



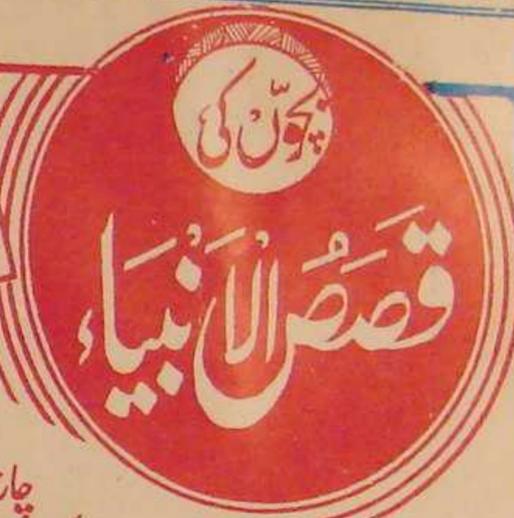
LW/NP - 184

**RIZWAN**

R.N. 2416 / 57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.

Ph. 270406



از: امیر احمد مدنی

## قصص الانبياء

چار حصوں پر مشتمل اس کتاب میں بچوں کی آسان زبان میں نبیوں کے حالات لکھے گئے ہیں، صرف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں، اس کتاب کے بارے میں مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریا آبادی سے فرماتے ہیں:-

”و ان سے چھوٹے بھائی مولانا نذیر ابوالحسن علی ندوی کی کتاب ”قصص النبیین للاطفال“ اب نہ کسی تعریف کی محتاج ہے نہ تعارف کی، سلیس و شستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز پڑھایت حالات لڑکوں اور پوڑھوں سب کے پڑھنے کے قابل، ان بہن صاحبہ نے یہ کیا کارائیں مطالب کو عربی سے اردو میں منتقل کر دیا ہے، کتاب ترجمہ نہیں ترجمے سے کچھ بڑھ کر ہے زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق کھتی ہیں، جو لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھیں گے“

حصہ اول

- حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود، حضرت صالح، قیمت - ساٹھ ساٹھ اردو زبان
- حضرت دہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، قیمت - بھی یہ کہہ سکتے
- حضرت موسیٰ علیہ السلام، قیمت - جائیں گے
- حضرت چارم حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام
- حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، قیمت -

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گون روڈ  
لکھنؤ (دہلی پٹی) - ۲۲۶-۰۱۸

خواتین

کا ترجمان

ماہنامہ

لکھنؤ  
رضوان

شمارہ ۱۱

نومبر ۲۰۰۱ء

جلد ۲۵

سالانہ چندہ

- ♦ برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے
- ♦ غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر
- ♦ فی شمارہ : ۹ روپے

ایڈیٹر : محمد حمزہ حسنی

معاونین

- ♦ امامہ حسنی
- ♦ میمونہ حسنی
- ♦ اسحاق حسینی
- ♦ جعفر مسعود حسنی

نوٹ : ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 270406

ناشر کمپیوٹر لکھنؤ  
PH. 281223

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے  
نظامی آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ :

اسلام کا پیغام زندگی ایک ابدی پیغام ہے جو انسان کے وجود کے وقت سے ہے اور ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ آئیں نئے اور پرانے کی کوئی بحث نہیں ہے۔ نئے اور پرانے کی بحث تو تہذیبوں اور خود ساختہ نظاموں اور ادب و زبان میں ہوتی ہے۔ اس پیغام الہی میں کیسے ہو سکتی ہے جو کائنات کے خالق اور مالک کی طرف سے انسانوں کے لئے بھیجا گیا ہو۔

اس پیغام زندگی سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ جو بھی قوم یا جماعت اپنے کو منسلک کر دے گی اور اپنی زندگی کو اس سے جوڑے گی اس کو نہ صرف یہ کہ ہر طرح کی کامیابی ملے گی بلکہ اس کو ایسا بقاء دوام حاصل ہوگا جو زمان و مکان سے آزاد ہوگا۔ اور اس زندگی میں بھی وہ ترقی کی تمام منزلیں طے کرے گی۔ اسی کے ساتھ آخرت کی ہمیشہ ہمیش والی زندگی کی کامیابی اس کو حاصل ہوگی اور دنیا کی تمام قومیں اس کی غلامی کریں گی۔

صحابہ کرامؓ کی کامیابی اور بڑائی کا یہی راز تھا کہ انہوں نے اپنی قوت اور صلاحیت کا اندازہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ روم و فارس کی جیسی متمدن اور ترقی یافتہ اور فوجی طاقت رکھنے والی حکومتوں کے ہم پلہ نہیں ہیں۔ انہوں نے اس ابدی الہی پیغام سے اپنے کو وابستہ کر دیا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، جس کے ظہور اور عالم انسانی پر حاوی ہونے کا خدائی فیصلہ ہو چکا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی شخصیت، اپنے وجود اور اپنے جان و مال کو ہر طرح سے اس کے لئے وقف کر دیا اور اپنے مستقبل اور زندگی کو اس میں اس طرح فنا کر دیا کہ وہ اسلام کا اٹوٹ حصہ بن گئے کہ نہ ان کے بغیر اسلام پھل پھول سکتا تھا اور نہ وہ اسلام سے الگ و بے نیاز ہو کر زندہ رہ سکتے تھے۔

جب صحابہ کرامؓ نے اس ہمت و عزیمت کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو صلاح و تقویٰ کی ترازو میں تول لیا تب وہ اللہ کی مدد کے مستحق ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبہ اور پوری روئے زمین پر ان کے قدم جمادینے کا فیصلہ فرمایا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کتنی مختصر تعداد نے روم و ایران جیسی طاقتوں (جیسے آج امریکہ اور روس ہیں) پاش پاش کر دیا اور دنیا کے نقشہ سے ان کو حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا کہ آج ان کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں میں رہ گیا ہے۔

آج اگر ہم اپنے کو اسلام کے پیغام کے لئے خالص کر لیں گے اور اپنی زندگی اور اپنے حال اور اپنے مستقبل کو اسلام پر ثابت قدمی اور اس کی دعوت و تبلیغ کے ساتھ جوڑ دیں گے اور اپنے وجود کو اسلام کی شخصیت میں ضم اور ملا دیں گے تو اسلام ہم کو ساتھ لے کر آگے بڑھے گا اور ہم اسلام کو لے کر آگے بڑھیں گے اور ہم یقیناً کامیاب ہوں گے اور باطل طاقتوں پر ہم حاوی اور غالب ہوں گے۔ زمانہ ہمارے سامنے جھکے گا اور تابع ہو جائے گا اور اگر ہم یہ نہیں کریں گے تو ذلت و خواری ہمارا مقدر بن جائے گی۔

## اپنی بہوں سے

مدیر ..... ۳

امۃ اللہ تسنیم ..... ۴

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ..... ۶

مولانا نذیر احمد تونسوی ..... ۱۵

مولانا محمد ثانی حسنیؒ ..... ۱۹

محمد الیاس بندھانی ..... ۲۱

مولانا سید احمد قادری ..... ۲۲

ڈاکٹر محمد عاصف قدوائی ..... ۲۵

پروفیسر محمد اجتباء ندوی ..... ۲۹

نسرین شاہین ..... ۳۶

مفتی راشد حسین ندوی ..... ۴۰

اپنی بہنوں سے

حدیث کی روشنی

روزے کی فرضیت میں انسانی

خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ

رمضان۔ رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ

عظمت صحابہؓ

عورتوں کا ایمانی عہد

ترقی کا مفہوم

نواب سید صدیق حسن خاں

ساس، بہو اور نند کے جھگڑے

سوال جواب

## والدین کے ساتھ سلوک

واعبدوا اللہ ولا تشركوا به  
شيئاً وبالوالدين احساناً وبذی  
القربى والیتامى والمساكين  
والجار ذی القربى والجار  
الجنب والصاحب بالجنب  
وابن السبیل وما ملکت  
ایمانکم ط (نساء ۶۷)

واتقوا اللہ الذی تساءلون به  
والارحام ط (نساء ۱۱)

والذین یصلون ما امر اللہ به ان  
یوصل ویخشون ربهم  
ویخافون سوء الحساب  
(رعد ۳۴)

ووصینا الانسان بوالدیه حسناً  
(عنکبوت ۱۷)

وقضى ربك الا تعبدوا إلا  
إیاه وبالوالدین احساناً، إیما

یبلغن عندک الکبر احدهما او  
کلاهما فلا تقل لهما أف ولا

تنهرهما وقل لهما قولا کریماً  
واخفض لهما جناح الذل من

الرحمة وقل رب ارحمهما کما  
ربانی صغیراً (بنی اسرائیل ۳۴)

ووصینا الانسان بوالدیه

حملته امه وهنأ علی وهن  
وفصاله فی عامین ان اشکر لی  
ولو الذیک (لقمان ۲۴)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ  
کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ

احسان کرو، اور قرابت داروں، یتیموں،  
مسکینوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے

پڑوسی اور رفیق و شریک زندگی مسافروں  
کے ساتھ اور جن کے تم مالک ہو۔

اللہ سے ڈرو جس کے نام کا واسطہ  
دیتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔

جو لوگ جوڑتے ہیں جسکے جوڑنے کا  
اللہ نے حکم دیا اور اپنے پروردگار سے اور

حساب کی برائی سے ڈرتے ہیں۔  
اور ہم نے انسان کو نیکی کرنے کی

وصیت کی اس کے والدین کے بارے  
میں۔

تمہارے رب نے فیصلہ کیا ہے  
سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرو اور

والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر ان میں  
ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو ان کو

آف نہ کہو اور ان کو مت جھڑکو اور ان سے  
اچھی بات کہو اور اپنے نرمی کے بازو ان

کے لئے رحم کے ساتھ جھکا دو اور کہو اے  
پروردگار ان پر رحم کر جیسا انہوں نے بچپن  
میں ہمیں پالا ہے۔

اور ہم نے انسان کو نیکی کرنے کی  
وصیت کی اس کے والدین کے بارے میں

اس کی ماں نے اس کے بوجھ کو کمزوری پر  
کمزوری برداشت کرتے ہوئے اٹھایا اور

دو برس میں اس کا دودھ چھٹایا اس لئے کہ  
میرا شکر کرو اور اپنے والدین کے شکر گزار

بنو۔

## محبوب ترین عمل

حضرت عبداللہ بن مسعود سے  
روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب  
ہے۔ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا،

میں نے کہا پھر؟ فرمایا والدین کے ساتھ  
بھلائی کرنا۔ میں نے کہا پھر؟ فرمایا اللہ

کے راستہ میں جہاد کرنا (بخاری مسلم)

## والدین کے احسان کا صلہ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لڑکا اپنے باپ کو بدلہ نہیں دے سکتا۔ مگر  
اس طرح کہ باپ کو کسی کی غلامی میں پائے

تو اس کو خرید کر آزاد کرے (مسلم)

## رشتہ داری کا خیال

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو

اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ  
اپنے مہمان کی خاطر کرے اور جس کا  
ایمان اللہ اور آخرت پر ہو وہ صلہ رحمی

کرے اور جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان  
لائے، وہ بولے تو اچھی بات بولے، ورنہ  
خاموش رہے۔ (بخاری۔ مسلم)

## صلہ رحمی و قطع رحمی

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جب اس سے  
فارغ ہوا تو رشتہ نے عرض کیا قطع رحمی سے

پناہ مانگنے کی یہ جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
ہاں۔ کیا تو راضی ہے کہ جو تجھے جوڑے

اسے میں جوڑوں، اور جو تجھے کاٹے میں  
اس کو کاٹوں۔ رشتہ نے کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا پس یہ تیرے لئے ہے۔ پھر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم

چاہو تو اس آیت کو پڑھو۔

فهل عسیتم ان تولیتم ان  
تفسدوا فی الارض وتقطعوا

أرحامکم۔ اولئک الذین لعنہم  
اللہ فأصمہم وأعمى أبصارہم۔

(محمد۔ ۳۴)

کیا یہ ممکن ہے کہ جب تم کو حکومت  
اور موقع ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ

اور قطع رحمی کرو۔ وہی لوگ ہیں کہ اللہ نے  
ان پر لعنت کی اور اندھا، بہرا کیا۔

(بخاری۔ مسلم)

بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی  
ہے کہ جو تجھے جوڑے گا اس کو میں جوڑوں  
گا اور جو تجھے کاٹے گا اس کو میں کاٹوں گا۔

## ماں کا حق اور فضیلت

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے  
کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے  
اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ حقدار کون

ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری ماں۔ کہا پھر؟  
فرمایا تمہاری ماں۔ کہا پھر؟ فرمایا تمہاری

ماں۔ کہا پھر؟ فرمایا تمہارے باپ  
(بخاری۔ مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ اس  
آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ میرے اچھے

برتاؤ کا کون زیادہ مستحق ہے۔ آپ نے  
فرمایا تیری ماں، کہا پھر؟ فرمایا تیری ماں،

کہا پھر؟ فرمایا جو سب سے زیادہ قریب  
ہو، جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

ماں باپ کی بڑھاپے میں خدمت  
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی  
ناک خاک آلودہ ہو، اس کی ناک خاک

آلودہ ہو جس نے اپنے ماں باپ کے  
بڑھاپے کو پایا اور جنت میں نہ داخل ہوا۔

(مسلم)

## قطع رحمی کا بدلہ صلہ رحمی سے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے

کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
میرے قرابت دار ہیں میں ان سے صلہ

رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں، میں  
ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں، وہ میرے

ساتھ برائی کرتے ہیں، میں بردباری کرتا  
ہوں وہ مجھ سے سختی برتتے ہیں، آپ نے

فرمایا جیسا تم کہہ رہے ہو اگر سچ ہے تو تم  
ان کے منہ میں خاک ڈالتے ہو اور اللہ کی

مدد تمہارے ساتھ برابر ہے گی جب تک  
تم اس پر قائم رہو گے۔ (مسلم)

صلہ رحمی سے رزق  
اور عمر میں برکت

حضرت انس سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو

اپنے رزق میں کشائش چاہتا ہو اور اپنی عمر  
میں ترقی چاہتا ہو وہ صلہ رحمی کرے۔

(بخاری)

## ایک غلطی کا ازالہ

ماہ جولائی ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں  
اعظم چشتی صاحب کی ایک نعت چھپی تھی

اس میں بعض اشعار ایسے آگئے جس سے  
عقیدہ توحید پر ضرب پڑتی ہے، بعض

احباب نے اس پر توجہ دلائی، ادارہ اس  
نعت کی اشاعت پر معذرت خواہ ہے اور

اپنے اُن احباب کا مشکور بھی ہے  
جنہوں نے اس طرف توجہ دلائی اور اللہ

سے استغفار کرتا ہے۔ (ادارہ)

## کی فرضیت میں انسانی فطرت کی رعایت

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔  
قرآن کریم کی یہ آیت جس سے رمضان المبارک میں روزہ کی فرضیت کا اعلان ہوا۔ اور تمام مسلمانوں کو، اور اس زمانہ کے مسلمانوں کو اسی آیت سے علم ہوا، اور قیامت تک یہی آیت اس کی دلیل رہے گی، اس میں کچھ باتیں ہیں سوچنے اور غور کرنے کی، نکتہ کی ہیں، پہلے ہم اس کا ترجمہ کریں گے، پھر ایک خاص بات کی طرف اشارہ کریں گے۔  
اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:  
اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔

اس خطاب میں بھی بڑی بلاغت و حکمت ہے، کہ ایک ایسی چیز جو نفس پر شاق اور دشوار ہے، جس کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے، اس کی بنیاد ایمان کو بنایا گیا، اسی لئے پہلے ایمان کا تذکرہ کیا گیا، کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ تعالیٰ کی تمام باتوں کو قبول کرنے کا عہد کر چکے ہو، اور دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہو اور اپنے کو اللہ کے حوالہ کر چکے ہو، کہ وہ ہمارا مالک ہے، ہمارا حاکم ہے، جو

یا ایہا الذین آمنوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تو اللہ تعالیٰ نے ہم تمام مسلمانوں کی قوت ایمانی کو آواز دی ہے، قوت ایمانی کو جگایا اور اس کو بنیاد بنایا ہے، اے وہ لوگو! جو اس بات کا عہد کر چکے ہو کہ ہمیں تو بات ماننا ہے، ہم تو حکم کے بندے ہیں۔

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔

یہ انسان کی فطرت ہے، اللہ تعالیٰ فطرت انسانی کا بنانے والا اس کا خالق ہے، اس کی رعایت کرنے والا بھی ہے، کسی مجبوری سے نہیں، اپنی حکمت سے بھی، اپنی رحمت سے بھی، کہ جب وہ کسی بات کا حکم دیتا ہے، تو اس بات کے لئے زمین تیار کر دیتا ہے تاکہ انسان اس کو آسانی سے قبول کر سکے، اس لئے انسان کی فطرت ہے کہ جو چیز اس کو انوکھی اور نرالی معلوم دیتی ہے، اس سے گھبراتا ہے اور چونک اٹھتا ہے، اچھا یہ بھی کرنا ہوگا؟ لیکن جب اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ہوتا آیا ہے، لوگ کرتے آئے ہیں، تو پھر وہ اس کو سنتا ہے، خوشگوار کی کے ساتھ ماننا اور آسانی کے ساتھ تابع داری کرتا ہے۔

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض

کئے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے، چنانچہ مذاہب اور اخلاقیات کی تاریخ، اور قوموں اور ملکوں کی تاریخ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں روزہ رہا ہے، مذہبی اور تاریخی کتابوں میں تفصیل موجود ہے، کہ اس کی کیا شکل تھی اور کیا تعداد تھی، کیا وقت تھا کہاں سے شروع ہوتا تھا، کیا پابندیاں تھیں، یہ ایک علمی تاریخی مسئلہ ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

لعلکم تتقون۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

## تقویٰ کا صحیح مفہوم

یہاں ایک بات کی طرف توجہ دلائی ہے، جب کسی زبان کا لفظ کسی زبان میں آتا ہے، تو اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے اصلی معنی کھودیتا ہے، اور اس کے ساتھ ذہن کے سوچنے کے بہت سے طریقے لگ جاتے ہیں، انہی میں سے ایک لفظ تقویٰ اور متقی کا ہے، ہمارے یہاں متقی کے معنی ہیں، بڑا عبادت گزار، راتوں کو بہت کم سوتا ہو، اور نہ سوتا ہو تو اور زیادہ متقی ہو، اور نہ کھاتا ہو، اور اگر وہ مسلسل عبادت کرتا ہو، تو اور بڑا متقی ہے، اور کثرت سے نماز پڑھتا ہو، نماز ہی میں اس کا دل لگتا ہو، جب دیکھو نماز پڑھ رہا ہے تو اور بڑا متقی ہے اور ذرا سی چیز میں شبہ سے بچتا ہو، متقی ہے لیکن عربی میں جہاں سے یہ لفظ آیا ہے، تقویٰ کے معنی

زیادہ عبادت گزار اور زیادہ شب بیدار کے نہیں ہیں، کہ بڑا عبادت گزار، شب بیدار، دن کو روزے رکھنے والا، رات کو عبادت کرنے والا، نمازیں پڑھنے والا ہے، بلکہ عربی زبان میں تقویٰ کے معنی ہیں، لحاظ کرنے والا، ہر کام کے کرتے وقت یہ لحاظ کرنا کہ یہ کام کیسا ہے، خدا کو راضی کرنے والا یا ناراض کرنے والا ہے، جائز ہے یا ناجائز دین کے مطابق ہے یا منافی۔

”تقویٰ“ کے معنی ہیں لحاظ و شرم کی عادت، پاس و لحاظ کی عادت پڑ جانا، مثلاً یہ کہ کوئی بچہ ہے، اس کو اگر صحیح تعلیم دی گئی ہے، اسے اچھا ماحول ملا ہے، اور اس کی صحیح تربیت کی گئی ہے تو بڑوں کا ادب کرنے لگتا ہے، بڑوں کے ادب کے کیا معنی ہیں بڑوں کے سامنے کوئی ایسا کام، ایسی حرکت نہیں کرے گا جو بے ادبی میں شمار ہو، جس سے ان بڑوں کی توہین ہوتی ہو یا ان بڑوں کا مذاق اڑاتا ہو، یا حقارت ہوتی ہو، تو کہا جائے گا اس لڑکے کو بڑا پاس و لحاظ ہے، ادب سیکھ گیا ہے، ایسے ہی طالب علم کا ادب و لحاظ، ایسے ہی مرید کا ادب و لحاظ، ایسے ہی ملازم کا ادب و لحاظ، تو تقویٰ کے معنی ہیں ادب و لحاظ کے، کہ کرنے سے پہلے یہ سوچنا کہ یہ کام کیسا ہے، اس کو خوش کرنے والا ہے یا ناراض کرنے والا ہے، اور اگر دین کے

دائرہ میں دیکھتے، تو یہ دیکھنا کہ دین و شریعت کے مطابق ہے یا نہیں اس کی عادت پڑ جانا، یہ ہے تقویٰ، چنانچہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو فاروق اعظم اور امیر المومنین ہیں، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ کرام میں سب سے بڑا درجہ ان ہی کا ہے، مسلمانوں کے خلیفہ تھے، امیر المومنین تھے، قرآن مجید ان کے سامنے ہی نازل ہوا اور پھر اہل زبان ہیں، اور اہل زبان بھی کیسے ہیں کہ اس زمانہ کی کسالی زبان جو ہر زمانہ میں معتبر رہے گی، سکھ رائج الوقت کی طرح، وہ وہیں پہلے بڑھے، وہی زبان بولنے والے اور صحابہ کرام وہ تھے کہ کسی چیز کے پوچھنے میں ان کو کوئی شرم نہیں آتی تھی، وہ صحیح کریں، اور بڑھائیں تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام لے کر کہا، یہ بتاؤ کہ ”تقویٰ“ کسے کہتے ہیں، تو انہوں نے کہا امیر المومنین! آپ ایسے راستہ پر چلے ہیں، کہ دونوں طرف کانٹوں کی بازو لگی ہو، (ادھر بھی کانٹوں کی قطار ادھر بھی کانٹوں کی قطار ہے) اور راستہ تنگ، حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں! ایسا اتفاق ہوا ہے، انہوں نے کہا، پھر آپ نے کیا کیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، دامن سمیٹ لیا، آستین وغیرہ دیکھ لی کہیں کانٹوں میں

پھنس نہ جائیں کہا: یہی تقویٰ ہے کہ زندگی اس طرح گذاری جائے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کام ایسا کر بیٹھے جو خدا کو ناراض کرنے والا ہو، مسئلہ کے خلاف ہو، ناجائز ہو، تو اس آیت میں جس میں بہت سے لوگ غور نہیں کرتے کہ عربی زبان کے مزاج سے واقف نہیں ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ روزے اس لئے فرض کئے گئے کہ ہم متقی بن جائیں، کہ جو ۲۹ دن یا ۳۰ دن روزے رکھے گا، رمضان ختم ہو گیا، عید کا چاند نکلنے لگا، تو وہ متقیوں میں ہوگا، ”اللہ اکبر“ کہ جس نے دن کو روزہ رکھا، کچھ کھایا نہیں، اور کئی کئی قرآن شریف ختم کئے، رات میں عبادت کی اور تراویح سنی، یہ متقی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امتحان میں پاس ہو گیا چھٹی ملی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں دن کے اوقات میں اللہ کے حکم سے، اللہ کی مرضی سے پاک و صاف چیزیں چھوڑیں، ایک دن دو دن نہیں، ۲۹ دن ۳۰ دن پانی نہ پیا، حالانکہ پانی سب سے بڑی نعمت ہے۔

”وجعلنا من الماء کل شئین حی“ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ ہم نے پانی ہی سے ہر زندہ چیز پیدا کی ہے۔

اور کھانا نہیں کھایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، گھر میں وہ چیزیں موجود تھیں

حلال کمائی سے تمہیں، لیکن نہیں کھایا، کیوں نہیں کھایا، کیوں نہیں پیا، وہ چیزیں جو انسان بہ حیثیت انسان کے اور بشری تقاضوں کے کرتا ہے، تعلقات بھی اس میں ہیں، تصرفات بھی اس میں ہیں، اس میں اعمال بھی ہیں، یہ سب چیزیں ہم نے چھوڑ دیں محض اللہ کے حکم سے، کہ اللہ تعالیٰ نے صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک حلال و پاک چیزوں کے استعمال سے بھی روکا ہے، کہ تمہارے حلق سے پانی کا ایک قطرہ نہ اترنے پائے، تمہارے حلق میں کھانے کا ایک دانہ نہ جانے پائے، تو جب ہم نے اللہ کے حکم سے یہ پاک و طیب چیزیں چھوڑی ہیں تو اب جب رمضان المبارک ختم ہو گیا، تو اس سے یہ بات بھی ہم میں واضح ہو جانی چاہئے کہ جو ناپاک چیزیں ہیں اور ناپاک کیا ہیں؟ ہم آپ سمجھتے ہیں کہ جسے گندگی لگ جائے، گندی چیز پڑ گئی، وہ ناپاک ہو گئی جب کہ سب سے بڑی ناپاک چیز گناہ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

تو جس طرح ہم نے اللہ کے حکم سے رمضان کے دنوں میں حلال و پاک طیب چیزیں چھوڑیں تو اسی اللہ کے حکم سے غیر رمضان کے دنوں میں گناہوں کا ارتکاب کیسے کریں، ہم اللہ کو ناراض کرنے والی چیزیں کیوں کر گذریں، ہم جھوٹ کیوں بولیں، ہم جھوٹی گواہی

کیوں دیں؟ ہم کسی مسلمان کی دل آزاری کیوں کریں، ہم کسی کا حق کیوں ماریں، ہم بہتان کیوں لگائیں، ہم چوری کیوں کریں، ہم ظلم کیوں کریں، ہم کسی کا خون کیوں بہائیں، ہم کسی کا دل کیوں توڑیں، بس ساری چیزیں جو آپ جانتے ہیں، ان چیزوں سے بچنے کی عادت، خیال، دھیان پیدا ہو جائے، یہ ہے تقویٰ، یہ ہے رمضان کا مقصد، اور یہ تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہم نے پانی چھوڑا، کھانا چھوڑا، اب اللہ کے حکم کے باوجود ہم چوری کریں، ہم جھوٹی گواہی دیں، ہم کسی کی زمین پر قبضہ کر لیں، ہم کسی کا حق ماریں، ہم بہن کو، پھوپھی کو، خالہ کو، تر کہ میراث نہ دیں، ہم شادی بیاہ کے معاملات میں شریعت کے خلاف کریں، ہم فضول خرچی کریں، ہم رشوت لیں، ہم اسراف میں مبتلا ہوں، ہم جہیز کا مطالبہ کریں، اور اس کے لئے جان تک لے لیں، اللہ تعالیٰ ہم سے رمضان کے ان ۲۹-۳۰ دنوں میں طیب پاک نعمتیں چھڑا کر، خاص وقت میں چھڑا کر ہماری مشق کراتا ہے، کہ ہم گناہوں کے ارتکاب سے بچیں، اور اب جو کام بھی کریں، خیال کر کے کریں، پہلے سوچ لیں کہ یہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں، بس میرے بھائیو! رمضان المبارک کا سب سے بڑا تحفہ، رمضان المبارک کا

سب سے بڑا عہد اور مطالبہ، رمضان المبارک کا سب سے بڑا فیض اور اثر یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں خیال کرنے کی عادت پڑ جائے اور خدا کی نافرمانی اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے کا خیال پیدا ہو جائے، یہ نہیں کہ ہم بے خیالی میں کر گزریں اور پھر یہ نہیں بلکہ کر کے یہ سمجھیں کہ رمضان تو گیا ہم نے کھایا پیا نہیں، روزے ہمارے پورے ہو گئے، اور یہ تو دنیاوی چیزیں ہیں ان سے روزوں کا کیا تعلق، یہ تو زندگی کی چیزیں ہیں، بس، اللہ جل شانہ ہم سے یہ مشق کرانا چاہتا ہے، کہ ہماری یہ مستقل عادت پڑ جائے کہ ہم ہر کام کے کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ گھر سے نکلنے سوچ کر قدم اٹھائے، یہ نہیں، مطلب یہ ہے کہ جس کا تعلق حکم شرعی سے ہو کسی کا حق متعلق ہو اور حرام حلال کا مسئلہ، جائز و ناجائز کے دائرہ میں وہ آتا ہو، اس کو بغیر سوچے نہ کرے، اور یہ معلوم کر کے یہ اللہ کو پسند نہیں ہے اور یہ شریعت کی طرف سے ممنوع ہے اس سے اسی طرح بچے بلکہ اس سے زیادہ بچے جتنے کہ روزے کے دنوں میں رمضان کے زمانہ میں دن کے اندر آپ کھانے سے بچے ہیں، اس سے زیادہ اس سے بچیں لیکن بہر حال کھانا پینا تو، اللہ کے نعمت ہے اور یہ تو کسی طرح سے آپ کے

لئے جائز نہیں ہے، یہ خیال پیدا ہونا چاہئے۔  
**رمضان المبارک کا اصل پیغام**  
 دیکھئے، ہم آپ کو ایک بات نکتہ کی بتاتے ہیں اسے لے کر جائیں، انشاء اللہ عمر بھر کے لئے کافی ہوگی، صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے، کہ دین کے احکام بہت ہو گئے ہیں ہم کو ایک بات ایسی بتا دیجئے، جو جامع ہو جسے ہم پلو میں باندھ لیں، گرہ میں باندھ لیں، اسی طرح ہم آپ سے ایک بات کہتے ہیں کہ ساری زندگی کے لئے دستور العمل ہے، وہ کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لا یؤمن احدکم حتی یشکر“ یعنی جو شخص اس وقت تک مومن یا صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات نفسانی اس کے تابع نہ ہو جائے، جس کو میں لے کر آیا ہوں محمد بن عبد اللہ جس کو لے کر آئے ہیں، اس کے تابع نہ ہو جائے، اس لئے کہ اس کے اندر ایک خاص قسم کی طاقت پیدا کر دی، اس جملے میں غیرت نبوت موجود ہے اللہ کی غیرت کے بعد کوئی غیرت اس کے برابر نہیں، بادشاہوں کی غیرت اس غیرت کے سامنے گرد، یہاں غیرت نبوت ہے، جس کو میں لے کر آیا ہوں، جس نے اس کے خلاف کیا، گویا کہ اس نے میری نبوت کے خلاف بغاوت کی، میرے منصب رسالت سے اس نے

کے جاننے والے سمجھ سکتے ہیں، آپ یوں کہہ سکتے تھے کہ جب تک وہ اپنی خواہشات نفسانی کو اللہ کے احکام اور قرآن و حدیث کے تابع نہ کر دے، لیکن یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا جو مقام تھا اور آپ کی نبوت کا جو حق تھا اور آپ کی نبوت کا جو درجہ تھا، اور اس میں وہ اس وقت مخاطب کی نفسیات اور اس کے فہم اور ذوق کا بھی آپ نے خیال فرمایا، کہ کم ایسا حدیثوں میں آتا ہے، کہ صیغہ واحد متکلم بولتے ہوں کہ یہاں پر ”لا یؤمن احدکم حتی یکون ہواہ تبعاً لما جئت بہ“ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن یا صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات نفسانی اس کے تابع نہ ہو جائے، جس کو میں لے کر آیا ہوں محمد بن عبد اللہ جس کو لے کر آئے ہیں، اس کے تابع نہ ہو جائے، اس لئے کہ اس کے اندر ایک خاص قسم کی طاقت پیدا کر دی، اس جملے میں غیرت نبوت موجود ہے اللہ کی غیرت کے بعد کوئی غیرت اس کے برابر نہیں، بادشاہوں کی غیرت اس غیرت کے سامنے گرد، یہاں غیرت نبوت ہے، جس کو میں لے کر آیا ہوں، جس نے اس کے خلاف کیا، گویا کہ اس نے میری نبوت کے خلاف بغاوت کی، میرے منصب رسالت سے اس نے

ہم لوگوں کو چاہئے کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ خیال کر لیں کہ ہم اسے اپنی خواہشات نفسانی سے کر رہے ہیں، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان، آپ کی شریعت اور قرآن وحدیث کے خلاف تو نہیں ہے، ساری زندگی کیلئے کافی ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی نے کھانے پر بلایا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف تو نہیں ہے، مہمان بنانے سونے کو کہنے، سواری دیتا ہوا آپ کو، وہ سوچیں یہ نہیں، وہ کام جن سے لوگوں کے حقوق متعلق ہوں جن سے نفس کا تقاضا پورا ہوتا ہو، یا کوئی بڑا دنیاوی فائدہ حاصل ہوتا ہو، جس کے لئے کوئی بڑا اقدام کرنا پڑتا ہو اس سے پہلے یہ سوچ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو دین اور جو شریعت لے کر آئے ہیں، اس کے تابع اور ماتحت ہے، اس سے یہ مستغنی یا بے نیاز ہے، بس ساری زندگی کے لئے کافی ہے، کوئی مرید ہوتا ہے، کوئی شاگرد ہوتا ہے، کوئی خط غلامی لکھتا ہے، یہ خط غلامی ہے، یہ مستقل خط غلامی ہے، اس کے سامنے مریدی، شاگردی سب گرد ہیں، اس لئے کہ یہاں نبوت کا سوال آ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت نبی کے فرمایا بحیثیت کسی انسان کے نہیں فرمایا، تم میں سے کوئی

ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفسانی اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں، کوئی بادشاہ ہو اپنے وقت کا سلطان ہو، کوئی بڑے سے بڑا فاتح ہو، کوئی بڑے سے بڑا اپنے وقت کا قارون وہامان ہو، کچھ ہو، سب کے لئے ضروری یہ ہے کہ آپ جو لے کر آئے ہیں اس کے ماتحت اپنی زندگی کو کر دے، اس کے خلاف نہ ہو۔

اس کو آپ رمضان کا پیغام سمجھیں، یہی سبق آپ یہاں سے لے کر جائیں، یاد رکھیں، کوئی بڑے سے بڑا کام ہو، لڑکے کی شادی ہے، لڑکی کی شادی ہے، چیز کا مسئلہ بھی اسی میں آتا ہے، زمین کا معاملہ ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے ذرا سا آنکھ بند کر کے کام کرنے کی ضرورت ہے، زیادہ مسئلہ مسائل سے کام نہیں چلے گا وہ ہم پوچھ لیں گے، زمین کے معاملہ میں ہم آزاد ہیں، جھوٹی دستاویز پیش کر کے، جھوٹی قسمیں کھا کر ہم لے لیں، آپ ملازم ہیں ۵۰ ہزار کی رشوت مل رہی ہے، لاکھ کی رشوت مل رہی ہے، اور آج کل تو رشوت کا دور دورہ ہے، تو ہر ایسے موقع پر جہاں کوئی حکم شرعی متعلق ہو یا حقوق العباد متعلق ہوں، جائز و ناجائز کا شبہ ہو، وہاں پر اپنی خواہش نفسانی کو، اپنے مفاد کو، اپنی فتح اور اپنی کامیابی کو تابع بنادیں شریعت محمدی کے۔

تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہو سکتا ہے "لا یؤمن أحدکم" آپ سے بڑھ کر کون مفتی ہے، آپ سے بڑھ کر کس کی بات کا اعتبار ہو سکتا ہے، آپ فرماتے ہیں، تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہشات تابع ہو جائیں اس کے جو میں لے کر آیا ہوں۔

اس کو یاد رکھیں اور ہم دو تین باتیں کام کی آپ سے کہتے ہیں، پتہ نہیں کہ ملنا ہو یا نہ ہو، یا ملنا ہو بات کرنے کا موقع نہ ہو ایک بات تو یہ ہے کہ گناہ سب سے ہوتے ہیں، اللہ معاف فرمائے، کون ہے جو معصوم ہے، معصوم تو صرف نبی کی ذات ہے۔

### کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے کی ضرورت ہے

ہم سے آپ سے تو صغائر بھی ہوتے ہیں اور کبائر بھی ہوتے ہوں گے، کہ تمام فقہاء و علماء کا اجماع ہے اس پر اور ابھی "فضائل رمضان میں یہ بات پڑھی بھی گئی کہ کبائر بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، اس لئے اچھا ہے کہ عید کے چاند سے پہلے، جب آپ مسجد میں بیٹھتے ہیں نماز کے انتظار میں، قرآن شریف پڑھتے ہیں، سوچ کر کے کہ کوئی کبیرہ گناہ آپ سے ہوا ہے، خدا نخواستہ احتیاطاً کہتا ہوں تو کوئی کبیرہ گناہ ہوا ہو اس سے توبہ کریں

توبہ کرنا فرض ہے، ضروری ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ توبہ کرنا بھی ایک ذکر ہے، جیسے اللہ، اللہ کہہ دیا، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کہہ دیا یا اور کوئی ذکر کر لیا، ایسے ہی توبہ، یا اللہ میری توبہ، یا اللہ میری توبہ، نہیں! یہ فرض ہے، اگر کبیرہ گناہ کیا ہے تو توبہ کرنا فرض ہے سوچ کر کے یاد کر کے کہ زندگی میں کوئی گناہ کبیرہ ہوا ہے اس کی اللہ سے توبہ کرینے، اللہ سے معافی مانگنے اس یقین کے ساتھ کہ "اللہ مجھ سے فلاں وقت یہ گناہ ہوا ہے، میں توبہ کرتا ہوں، میرے اس گناہ کو معاف فرما۔"

اس طرف بہت کم لوگ توجہ دلاتے ہیں اور کم توجہ کی جاتی ہے، جو چیزیں ترقی کرنے والی ہیں روحانی دینی، انہیں کو زیادہ کہا جاتا ہے، یہ دنیاوی باتیں کہنے والے کم ہیں، ایک بات تو یہ ہے کہ کبائر سے توبہ کرے۔

### حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کیجئے

اور ایک مسئلہ یہ بھی ہے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے یہاں تک کہ جن سے متعلق ہیں وہ حقوق وہ معاف کرے، اس لئے اگر حقوق العباد ہیں، کسی سے آپ نے قرض لیا تھا، آپ نے دیا نہیں، اور انکار کر رہے ہیں کسی سے کوئی چیز مستعار لی تھی اب آپ دیتے نہیں، کسی کی زمین

پر آپ نے قبضہ کر لیا ہے، اور اسی طرح جن کا تعلق لوگوں سے ہے، بندہ سے ہے، ان کی ملکیت اور حق شرعی سے ہے، ان سے معاف کروائیے، چاہے آپ اس میں جتنی توہین محسوس کریں اور چاہے جتنا جھٹکنا پڑے اور دینا پڑے، خوشامد کرنا پڑے، یہ بھی ضروری ہے، یہ کام بھی عید سے پہلے ہو جائے تو اچھا ہے، اور یہی دو تین دن ہیں، آپ کے ذمہ کتنے حقوق ہوں گے، نہ کوئی آپ بادشاہ ہیں، نہ سلطان ہیں، نہ کوئی آپ صدر جمہوریہ ہیں، وزیر اعظم نہ وزیر اعلیٰ ہیں اور نہ کسی بڑے محکمہ کے کوئی بڑے افسر ہیں، ان کے ذمہ تو سیکڑوں بیسیوں حقوق ہو سکتے ہیں، وہ جائیں ان کا کام..... لیکن ہم آپ جو ہیں کسی کے ذمہ دو حقوق العباد ہوں گے، کسی کے ذمہ تین، کسی کے ذمہ اس سے زائد، تو یہ بھی معاف کرا لیجئے، ہم

مسائل کی باتیں بتا رہے ہیں، بنیادی باتیں، کہ اگر یہ چیزیں دھیان میں نہ آئیں تو خدا کے یہاں قیامت کے دن دینا ہوگا دیکھئے اور یہاں تک آتا ہے، کہ کسی کے ذمہ کوئی حق رہ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو دلائے گا، اس وقت نہ روپیہ ہوگا نہ پیسہ ہوگا تو کیسے دلائے گا، ایسے میں اس کی نیکیاں جسکے حقوق العباد ہیں، اس کو دے دی جائیں گی جس کا حق ہے، اگر ہم نے کسی سے کوئی رقم لی ہے، تو

قیامت میں ہمارے پاس رقم تو ہوگی نہیں، اللہ تعالیٰ نماز روزہ یا اور کوئی نیکی ہماری (اللہ محفوظ رکھے) اس کو دے دے گا، اور ڈرنے کی بات تو یہ ہے کہ جب اس کے پاس نیکیاں نہ ہوگی تو اس کی برائیاں لے کر اس کے نامہ اعمال میں ڈال دی جائیں گی، یہ بڑے ڈر کی بات ہے۔

تو پہلی چیز جو ہم نے کہی، کبائر سے توبہ، حقوق العباد سے معافی مانگنا اور اس کا تصفیہ کر لینا جلد سے جلد، اور عید سے پہلے کر لیں اور اچھا، اگر وہ صاحب یہاں نہ ہوں جن کا حق آپ کے ذمہ رہ گیا ہے تو آپ فکر مند ہیں، پریشان رہیں، کہ کہاں ملیں گے ہم ان سے معاف کرائیں، یہ سب منصوبات شرعی ہیں، قرآن وحدیث کی باتیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔

### بچوں کی دینی تعلیم وقت کا سب سے بڑا مسئلہ

تیسری بات یہ ہم آپ سے کہنا چاہتے ہیں کہ اپنے بچوں کی تعلیم کی فکر کیجئے، کم سے کم ان کا عقیدہ درست کرائیے، کہ اللہ کے سوا دنیا کا چلانے والا اس کا رخاۂ عالم کا چلانے والا کسی کو نہ سمجھیں اور کسی کا اس میں عمل دخل نہ سمجھیں، اور یہ زمانہ ہے ہندو دیوی مالا کا کہ وہ کورس کے نصاب کے ذریعہ سے بھی

پھیلا یا جا رہا ہے، ابلاغ عامہ کے ذریعہ  
 ٹیلی ویژن، ریڈیو اس کے ذریعہ سے بھی  
 اور اخبارات، لٹریچر کے ذریعہ سے بھی اور  
 مجلسوں کے ذریعہ سے بھی اور بعض ایسی  
 جماعتیں اکثریت کی جو پورے ملک کے  
 پیمانہ پر کام کر رہی ہیں ان کے ذریعہ سے  
 بھی، یہ بڑی ضرورت ہے کہ اپنی آئندہ  
 نسل کے عقائد بچانے کی کوشش کی  
 جائے۔ میں بہت کہا کرتا ہوں لیکن اچھی  
 بات دس بار کہی جائے، پچاس بار کہی  
 جائے کوئی شرم کی بات نہیں، لکھنؤ کے  
 ایک بڑے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے  
 ہم نے کہا تھا، سوچنے کی بات ہے،  
 حضرت یعقوب علیہ السلام کون تھے،  
 حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر تھے، ان  
 کے باپ پیغمبر تھے یعنی حضرت ابراہیم  
 علیہ السلام، یعنی وہ پیغمبر کے بیٹے اور پیغمبر  
 کے پوتے اور خود ان کے بیٹے پیغمبر یعنی  
 حضرت یوسف علیہ السلام، اور بہر حال  
 پیغمبر زادہ تھے، ان کے جتنے پوتے نواسے  
 تھے سب پیغمبر زادے تھے، یہاں پیر  
 زادوں کا خیال کیا جاتا ہے، علماء کی  
 اولادوں کا خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا کیا  
 پوچھنا.....

اب خیال کیجئے اتنے بڑے پیغمبر  
 کے بیٹے، کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا  
 انتقال ہونے لگا، اس وقت آدمی سب  
 بھول جاتا ہے اور یاد بھی رکھتا ہے تو دوسری  
 باتیں کہ فلاں جگہ اتنا پیسہ رکھا ہے، اتنا  
 قرض ہے لے لینا، اتنی جائیداد ہے کچھ  
 کہنے کا موقع ہوتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے۔  
 یہ پیغمبر تھے اور وہ پیغمبر کی اولاد تھے،  
 انہوں نے کہا، اور قرآن کریم نے اسے  
 بیان کیا۔ ”ام کنتم شهداء اذ  
 حضر یعقوب الموت ط إذ قال  
 لبنیہ مات بعدون من بعدی۔  
 قالوا نعبد الہک و الہ آبائک  
 ابراہیم و اسمعیل و اسحاق  
 الہا و احدا و نحن لہ مسلمون۔  
 اے قرآن کے پڑھنے والو! کیا تم  
 کو خیال ہے، تم اس وقت موجود تھے جب  
 حضرت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت  
 آیا، اور انہوں نے اپنے سب لڑکوں  
 پوتوں، نواسوں کو جمع کیا اور ایسے موقع پر  
 سب جمع ہو جاتے ہیں، ان سے کہا، اور  
 بولنے کی فرصت نہیں، وہ تو پیغمبر تھے ”اللہ  
 اللہ کرتے رہتے لیکن حضرت یعقوب علیہ  
 السلام نے اسے اس سے زیادہ اہم سمجھا،  
 انہوں نے کہا، میرے بیٹو، پوتو، نواسو،  
 ”مات بعدون من بعدی“ ایک بات تم مجھے  
 یہ بتادو کہ میرے بعد تم کس کو پوجو گے؟ تم  
 کس کی عبادت کرو گے؟ قرآن کریم اتنا  
 بھی انتظار میں رکھنا نہیں چاہتا فوراً جواب  
 دیتا ہے، ورنہ بیچ میں ضرور یہ ہوگا،  
 ابا جان، دادا جان! یہ کوئی پوچھنے کی بات  
 ہے، اتنے دن تک آپ ہمیں بتاتے کیا

رہے، اور ہم کس گھر کے ہیں، کس چمن  
 کے پھول ہیں، اور ہم کس باغ کے پھل  
 ہیں، اور ہم کن کی اولاد ہیں، ہمارے  
 متعلق آپ کو شبہ ہے، لیکن نہیں قالوا  
 نعبد الہک و الہ آبائک، ہم اسی کی  
 عبادت کریں گے جس کی آپ عبادت  
 کرتے آئے ہیں آپ کے والد ہمارے  
 دادا اسحق کے معبود کی عبادت کریں گے،  
 اپنے دادا کے بھائی اسمعیل علیہ السلام کے  
 معبود کی عبادت کریں گے اور پھر ہمارے  
 پردادا حضرت ابراہیم ان کے معبود کی  
 عبادت کریں گے۔  
 ”نعبد الہک و الہ آبائک  
 ابراہیم و اسمعیل و اسحاق  
 الہا و احدا و نحن لہ  
 مسلمون۔“  
 گویا کہ حضرت یعقوب نے کہا!  
 قبر میں ہماری پیٹھ نہیں لگے گی اور ہم چین  
 و سکون کی سانس نہیں لیں گے اس وقت  
 تک جب تک اس کا اطمینان نہ کر لیں کہ  
 تم لوگ کس کی عبادت کرو گے، تم کس  
 راستہ پر چلو گے، جب ان لوگوں نے یہ  
 کہہ دیا تو انہیں اطمینان ہوا۔  
 ہم کو اور آپ کو سب کو چاہئے کتنے  
 آپ نمازی ہوں، کتنی آپ روزے دار  
 ہوں، کتنے آپ میں عالم ہوں، میں  
 صاف کہتا ہوں سب کو یہ اطمینان حاصل  
 کر لینا چاہئے چاہے وہ ولی ہو جائے اور

لوگ شہادت دیں، غیب سے آواز آئے  
 کہ ”تم ولی ہو“ ”تم ولی ہو“ کیا ولی بڑھ  
 جائے گا پیغمبر سے، کوئی ولی بڑھ سکتا ہے  
 حضرت یعقوب علیہ السلام سے وہ سید  
 الاولیاء تھے، وہ نبی برحق تھے، تو جب ان  
 کو یہ اطمینان حاصل کرنے کی ضرورت  
 تھی تو ہم اور آپ کس شمار و قطار میں ہیں،  
 ہم کو اس سے زیادہ اطمینان کر لینا چاہئے،  
 ان کا زمانہ فتنہ کا زمانہ نہیں تھا، میں صاف  
 کہتا ہوں، کہ اس زمانہ میں جو برائیاں  
 تھیں، خرابیاں تھیں، وہ اس طرح منتقل  
 نہیں کی جاسکتی تھیں، جس طرح آج کے  
 دور میں کی جا رہی ہیں، آج غذا میں وہ  
 چیزیں ملا دی گئی ہیں، آج پانی میں وہ  
 چیزیں سرایت کر گئی ہیں، آج ہوا میں وہ  
 چیزیں مل گئی ہیں، آج وہ مدرسہ کی تعلیم  
 میں اور آج کے معاشرہ میں بھی وہ عقائد  
 آگئے ہیں، ہم اس زمانہ میں رہ رہے  
 ہیں، جہاں ہندو دیومالا کہ کرشن جی کا یہ  
 زور تھا وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے، وہ  
 جہاں اترے سو وہ سونا بن گیا، رام جی کے  
 قبضہ میں کارخانہ قدرت تھا اس دنیا کے  
 پیدا کرنے والے چلانے والے تھے وہ.....  
 اور اس درجہ سے کم کی جو چیزیں  
 ہیں وہ بھی ہمارے لئے بہت خطرناک  
 ہیں، آخری بات آپ سے یہ کہتا ہوں کہ  
 اپنی اولاد کے متعلق اطمینان حاصل  
 کر لیجئے، ان کو دینی تعلیم دیجئے، اسلامی

کتب میں بھیجئے، مسجد میں کتب قائم کیجئے،  
 تعلیم کا انتظام کیجئے، اسکول میں پڑھتے  
 ہوں تو کوئی وقت رکھئے، ٹیوشن رکھئے،  
 استاد کو بلائیے، معاوضہ دیجئے کہ ہمارے  
 لڑکے کو اس قابل بنادیں کہ کچھ اسلامی  
 معلومات حاصل ہو جائیں اور موٹی موٹی  
 باتیں دینیات کے متعلق، تعلیم الاسلام  
 پڑھا دیجئے، ایسی چھوٹی کتابیں جو لکھی گئی  
 ہیں پڑھا دیجئے، گھر کی عورتوں کو بھی تاکید  
 کیجئے کہ اچھے اچھے قصے سنائیں اور دین  
 کے متعلق بتائیں اگر ایسا نہ ہو ہندوستان  
 میں تو اس کا اندیشہ ہے کہ ۲۰-۵۰ برس  
 بلکہ ۲۰-۲۵ برس بعد نسل کا بڑا حصہ دین  
 سے بالکل ناواقف اور اندیشہ یہ ہے کہ  
 دین کا مذاق اڑانے والا دین کی تحقیر  
 کرنے والا نہ بن جائے۔  
 جگہ جگہ کتب، مدرسے قائم کیجئے  
 جہاں قائم ہیں وہاں مدد کیجئے کہ ٹوٹنے نہ  
 پائیں، ختم نہ ہونے پائیں، اپنے گھروں  
 میں بھی انتظام کیجئے۔  
**اس ملک میں آپ کیسے رہیں؟**  
 اور آخری بات یہ ہے کہ اپنے  
 اخلاق ایسے بنائیے کہ آپ کے پڑوسی  
 غیر مسلم متاثر ہوں اور اسلام کے مطالعہ کا  
 شوق پیدا ہو ان کے اندر، یہ کس قسم کے  
 لوگ ہیں راستہ سے جا رہے تھے، اینٹ  
 پڑی تھی ہٹادی، نل کھلا تھا بند کر دیا،  
 پچاسوں آدمی گزر گئے کسی کو خیال نہیں آیا

اس ملک میں رہتے ہیں، مسافر اتر رہے  
 ہیں، چڑھ رہے ہیں کسی کو توفیق نہیں  
 ہو رہی، ہم گئے نل بند کر دیا، کسی نے  
 پوچھا، اس کا جواب یہی کہ اللہ کی نعمت  
 ہے، ہم اس ملک میں رہتے ہیں، ہمارا  
 فرض ہے، اسی طریقہ سے راستہ میں کوئی  
 تکلیف دہ چیز ہٹادیں، نگاہیں نیچی ہوں،  
 کسی غیر محرم کو نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں اور  
 آپ گالی نہ دیں، حد سے بڑھ کر غصہ اور  
 بے جا غصہ نہ آئے، اسی طرح سے آپ  
 محلہ میں رہتے ہوں، اہل محلہ کو اطمینان ہو  
 کہ ہمارے مسلمان بھائی یہاں رہتے  
 ہیں، یہاں بہو، بیٹیوں کی عزت محفوظ  
 ہے، یہاں چوری کا بھی خطرہ نہیں، اذان  
 کا معاملہ تھا کسی نے کہا روکنے کو تو ہندو  
 کہنے لگے: ارے اسے نہ رو کو اس کی وجہ  
 سے یہاں بہت سی بیماریاں اور وباں  
 نہیں آ پاتیں، یہاں بڑی برکت ہوتی  
 ہے، برکت کا لفظ تو ہندوؤں کے یہاں  
 ہے نہیں کوئی ایسا لفظ کہا، خیریت ہے،  
 یہاں ان کی وجہ سے۔  
 آپ اس طرح اپنے دین کو، اپنی  
 عبادتوں کو ایسا بنائیے کہ ان کے دل میں  
 اسلام کی وقعت پیدا ہو، اور قدر آئے اور  
 اگر کوئی آپ کو ستائے تو وہ آپ کی طرف  
 سے جواب دہ ہوں، اور آپ کو بچائیں،  
 کہ نہیں، نہیں، انہیں ہمارے ملک میں  
 رہنا چاہئے، ہمارے ملک میں ان کی وجہ

سے معلوم نہیں کتنی آفتیں و بامیں ٹل گئی ہیں، اور ان کی وجہ سے دنیا کے بنانے والے کی کیسی نظر ہے، اس زمانہ میں ضروری ہے کہ آپ ایسے اخلاق رکھیں آپ کا اور جو مسلمان نہیں ہیں انکا فرق معلوم ہو جائے، "لعلکم تتقون"۔

جائز و ناجائز کے لحاظ کرنے کی عادت ہو جائے، یہ حلال ہے یہ حرام ہے، یہ خدا کی مرضی کے مطابق ہے، یہ مزاج ہو جائے، طبیعت بن جائے، اور رمضان شریف مزاج بنانے کے لئے آتا ہے، مزاج تبدیل کرنے کیلئے آتا ہے، صرف عادت ہی نہیں مزاج بنانے آیا ہے، دوسری چیز کہ جو کبائر ہوئے ان سے توبہ کیجئے، اللہ سے معافی مانگئے، اور دنیا سے جانے سے پہلے پہلے یہ کام کر لیجئے، تیسرے یہ کہ حقوق العباد جو آپ کے ذمہ ہیں ان کی معافی تلافی کر لیجئے، چوتھے یہ کہ اپنے بچوں کی اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی فکر اور انتظام کیجئے۔

پانچویں یہ کہ اخلاق اسے بنائے کہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کی قدر و وقعت پیدا ہو بلکہ اسلام کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو وہ خود کہیں کہ اپنا لٹریچر لائے دکھائیے آپ کا مذہب اور دین کیا کہتا ہے، ہم جانتا چاہتے ہیں کہ اسلام نے آپ کو کیسا بنادیا۔

ایک نمونہ یہ بھی تھا

ایک قصہ چھوٹا سا آپ کو سنا دیتا ہوں جو اس جگہ سے مناسبت رکھتا ہے اور یہیں کا فیض ہے، یہیں وہ تربیت ہوئی تھی کہ حضرت سید احمد شہیدؒ نے جب پشاور فتح کیا، قبضہ ہو گیا تو وہاں رہنے والے پٹھانوں نے مجاہدین میں کسی کا ہاتھ پکڑا اکثر یہیں کے رہنے والے تھے، رائے بریلی، سلطان پور کے اطراف کے، اناؤ، کانپور اور پھر سہارنپور مظفر نگر کے اطراف کے بہت لوگ تھے، کہ ایک ہندوستانی کا ہاتھ پکڑا کہا، کیا ہندوستانیوں کی آنکھ کمزور ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں کچھ بات نہیں، ہماری آنکھ بالکل ٹھیک ہے، مگر انہوں نے کہا: آپ یہ پوچھ کیوں رہے ہیں، انہوں نے کہا: ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ لوگ جب کہ بعض دو سال سے نکلے ہوئے ہیں کوئی ایک سال سے کوئی مہینوں سے نکلے ہوئے ہیں، اپنے اپنے گھر چھوڑ کر ہندوستان چھوڑ کر آئے ہیں، بعض بالکل جوان ہیں، ان کے اندر تو جذبہ ہوگا، لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی نے کسی غیر محرم کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا ہو، ہم نے کہا ایک ہو دو ہوں چار ہوں تو خیر لیکن ہم نے دیکھا کوئی نہیں، کوئی بھی نظر غیر محرم کی طرف اٹھاتا ہی نہیں، فطری تقاضہ ہے، آگے کچھ نہ ہو دیکھ تو لیتے، انہوں نے کہا، یہ بات نہیں نظر ہماری بالکل ٹھیک ہے یہ تربیت ہمارے امیر

المومنین کی ہے، اور پھر یہ کہ اللہ کا حکم ہے، "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا بَسْرًا أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ"۔

اہل ایمان سے کہدو، کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ہونا چاہئے اور یہی ہے، "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا" اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا پاس و لحاظ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو شان امتیازی عطا فرمائے گا۔

تم کہیں جاؤ گے پہچانے جاؤ گے، یہ مسلمان ہے، اس کی نگاہیں نیچی ہیں، کسی غیر محرم کو دیکھتا نہیں، اور اس طرح بیچ کر سنبھل کر چل رہا ہے، گویا کہ خدا کو یاد کر رہا ہے، اگر یہ ہماری حالت ہوتی اور سیرت ہوتی تو آج ہندوستان کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا۔

سیاسی کوششیں، ٹکراؤ، جذباتی اشتعال انگیز تقریریں، جذباتیت اپنے دل کی بھڑاس نکالنا زور دار تقریر کرنا کہ نام ہو، ہمارے سر سہرا بندھے، اور ہمارا سر اونچا ہو، یہ طریقہ نہیں تھا، طریقہ یہ تھا کہ ہم ایسی زندگی اختیار کرتے، یہ نہیں ہو سکا اب جو موقع ہے، اس میں یہ طریقہ اختیار کریں۔

اللَّهُمَّ وَفَّقْنَا لِمَا نَحِبُ وَتَرْضَى۔

## خليفة اول سيدنا صديق اکبر رضی اللہ عنہ

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو قبول ایمان کی دعوت دی تو مردوں میں سب سے پہلے جس خوش نصیب ہستی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا وہ مشیر رسول، یار غار و مزار، وفادار نبوت، محافظ ختم نبوت، رفیق و یقین و یقین، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہستی ہے۔

آپ کا اصل نام عبد اللہ ہے، لقب صدیق و یقین ہے، کنیت ابوبکر ہے، والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام سلمیٰ رضی اللہ عنہا ہے اور کنیت ام الخیر ہے، ساتویں پشت میں شجرہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، عمر میں تقریباً ڈھائی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے ہیں، بڑے نرم دل اور بردبار تھے خود بھی صحابی والدین بھی صحابی اور اولاد کے صحابی ہونے کا اعزاز بھی آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے قبول اسلام سے قبل بھی حضرت ابوبکرؓ کے آنحضرت سے دوستانہ مراسم تھے۔ بعد ازاں یہ مراسم

اتنے بڑھے کہ اُمّ المؤمنین صدیقہ کائنات، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: "کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہوں۔"

جب رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے، آپؐ جب سفر سے واپس مکہ تشریف لائے تو سرداران مکہ سے ملاقات ہوئی، دوران گفتگو یہ نئی بات معلوم ہوئی، سرداران مکہ نے بتایا۔ ابوطالب کے یتیم بھتیجے اور آپ کے دوست محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، یہ سن کر صدیق اکبرؓ کا دل بے قرار ہو گیا، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے تیار ہوئے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لائے اور سب سے پہلا سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعثت کے متعلق کیا۔ جواب سنتے ہی فوراً اسی مجلس میں بلا چون و چرا گردن جھکا دی،

مشرف بہ اسلام ہو گئے اور آنحضرت کا ارشاد گرامی کا مفہوم ہے کہ: "میں نے جس شخص کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، اس نے تمھوڑی بہت تھجک، کوئی مطالبہ، کچھ مہلت ضرور طلب کی، لیکن ابوبکر صدیقؓ بلا تھجک، غیر مشروط طور پر مسلمان ہوئے۔"

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے بعد دن رات تبلیغ اسلام اور خدمت اسلام میں مصروف ہو گئے، کاروبار، جان و مال، عزت و آبرو، مال و زر، سارا گھر، اہل و عیال، ساری زندگی کا سرمایہ خدمت اسلام اور خدمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ جب سیدنا صدیق اکبر مسلمان ہوئے تو مال تجارت میں پھیلی ہوئی رقم کے علاوہ چالیس ہزار درہم آپ کے پاس نقد موجود تھے، جو آپ نے اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قربان کر دیئے تمام تکالیف اور مصائب میں، سفر حضر میں، احد و بدر میں، غار و زار میں، جاں نثاری و غمخواری میں، زندگی ساری میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق و شریک نظر آتے ہیں: نبوت کا غم خوار صدیق اکبرؓ رفیق و وفادار صدیق اکبرؓ نبوت سے قدرت کا شاہکار بیشک نبوت کا شاہکار صدیق اکبرؓ ایام حج میں، مختلف اطراف سے آئے ہوئے لوگوں کو جب آنحضرتؐ

دعوت اسلام دیتے تو صدیق اکبر آپ کے ساتھ ہوتے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا تعارف ایسے بہترین انداز میں لوگوں سے کراتے جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد اسلام کی تعلیمات سے روشناس ہوتے اور سینکڑوں افراد اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرتے، جن میں بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام بھی شامل ہیں، جو آفتاب نبوت کی شعاعوں سے فیضیاب ہو کر آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارے بنے، علاوہ ازیں ذی اثر قریش کے چشم و چراغ بھی آپ کی تبلیغ و ہدایت سے اسلام میں داخل ہوئے۔

اسکے علاوہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جیسے کمزور اور جرم بے گناہی میں کفار مکہ کے مظالم کی چکی میں اپنے والے متعدد افراد کو خرید کر کفار مکہ کے طوق غلامی سے ہمیشہ کے لئے نجات دلائی۔ اسی ایثار اور خدمت اسلام کے پیش نظر ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”بلاشبہ دوستی اور مالی قربانی کے سلسلہ میں میرے اوپر سب لوگوں سے زیادہ احسان ابو بکر صدیق کا ہے۔“

مسجد نبوی کی زمین جو دو شہیم بچوں کی ملکیت تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خریدنے کا فیصلہ فرمایا تو اس کی ساری رقم ابو بکر صدیق نے ادا فرمائی۔ ہجرت کے موقع پر آپ کے گھر

میں تقریباً پانچ ہزار درہم نقد موجود تھے، وہ تمام رقم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات سفر کیلئے اپنے ساتھ لی اور ایک پیسہ بھی گھر میں نہ رکھا، اسی طرح غزوہ تبوک کے موقع پر جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے چندہ کی اپیل کی تو سیدنا صدیق اکبر نے سارا گھر پیش کر دیا:

بہر اسلام ہر ایک نے بے دھڑک مال و زر دیا کسی نے ٹمٹ لادیا، کسی نے نصف گھر دیا اور عائشہ کے باپ نے دیا تو اس قدر دیا خدا کے نام کے سوا جو کچھ تھا لا کر دے دیا سیدنا صدیق اکبر تمام معاملات میں سرور کائنات کے دست راست اور مشیر خاص رہے، اگرچہ اس کی حیثیتیں مختلف رہیں، مثلاً میدان کارزار میں وہ جانناز سپاہی نظر آتے ہیں، مشورہ کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے مشیر باتدبیر نظر آتے ہیں، نامساعد حالات میں وہ پتھر کی چٹان سے زیادہ مضبوط نظر آتے ہیں، سازگار حالات میں ان سے زیادہ رحیم و کریم کوئی نظر نہیں آتا، عابدان نصف شب میں ان سے زیادہ پوری امت میں کوئی عابد و زاہد اور شب زندہ دار نظر نہیں آتا، آپ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ بہادر تھے، غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا، غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنیوالوں میں آپ پیش پیش

تھے، صدیق اکبر نے تمام غزوات میں اپنی دلیری جرأت و بہادری اور تلوار کے خوب جوہر دکھائے، الغرض جس حیثیت سے بھی دیکھیں سیدنا صدیق اکبر تمام صحابہ کرام میں ممتاز نظر آتے ہیں، صحابہ کرام سارے ہی آسمان رشد و ہدایت کے درخشندہ ستارے ہیں، مگر خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق کی بات ہی کچھ اور ہے، صدیق اکبر کا ایمان باکمال، صحابیت بے نظیر و بے مثال، ان کی خلافت کا زمانہ چند ماہ اور دو سال ہے، مگر فتوحات سے مالا مال ہے، ان کا عشق رسول لازوال ہے، ثانی النہین ان کا خطاب ہے، ان کا ایک ایک کارنامہ لا جواب ہے، خصوصاً سفر ہجرت کے موقع پر صدیق اکبر نے بے مثال قربانی پیش کر کے عشق و محبت کی جو لازوال داستان رقم کی ہے رہتی دنیا تک امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) انہیں اس وفاداری پر خراج عقیدت پیش کرتی رہیگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر نے خلافت جیسا غیر معمولی منصب سنبھالا تو چاروں طرف اسلام کے خلاف فتنے ہی فتنے نظر آئے نو مسلم قبائل اسلام سے برگشتہ ہو کر مسلمانوں کے مخالف ہو گئے، منکرین زکوٰۃ کا فتنہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار تھا، منکرین ختم نبوت، اسود عسی، طیجہ اسدی، سجاح بنت حارث اور مسیلہ کذاب نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی ختم نبوت سے بغاوت کر کے اسلام کے خلاف ایک مضبوط محاذ کھول دیا تھا، ان حالات میں خلیفہ رسول سیدنا ابو بکر صدیق اکبر نے تمام فتنوں کے اندھیروں کا پردہ چاک کیا، اور خدا داد صلاحیت، جرأت و ہمت، عزم و استقلال اور اپنی فکر روشن سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو تاریخ اسلام کی پیشانی کا نور اور قوت ایمان سے بھرپور ہیں پھر ایرانی اور رومی شہنشاہیت کا تختہ الٹنے کیلئے (جن کے مظالم سے دنیا کراہ رہی تھی) سب سے پہلے صدیق اکبر نے ہاتھ بڑھا کر علم جہاد بلند کیا اور لشکر اسامہ کی روانگی کے حق میں صدیق اکبر نے سخت گیر موقف اختیار کرتے ہوئے جو الفاظ ادا فرمائے ہیں ان سے ان کے عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی جرأت و بہادری اور موقف پر ڈٹ جانے کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، فرمایا:

”واللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ لشکر اسامہ کی روانگی کے باعث مجھ پر آسمان ٹوٹ پڑے گا یا مجھے زمین نکل جائے گی تو بھی میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے اسے بہر حال پورا کر کے رہوں گا۔“

فرمایا:

”میں اس جھنڈے کو ہرگز نہیں کھول سکتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے ہاتھوں سے باندھا ہو، اور نہ ہی اس لشکر کو روک سکتا ہوں جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روانہ فرمایا ہو۔“

اور منصب خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے سب سے پہلا حکم لشکر اسامہ کی روانگی کا صادر فرمایا، اور خود تشریف لا کر اپنے ہاتھوں سے اس لشکر کو روانہ فرمایا اور ہدایات دیں، اس لشکر کی روانگی سے اطراف مدینہ ہی نہیں بلکہ روم تک اس اسلامی لشکر اور اسلامی حکومت کی دھماک بیٹھ گئی اور ارتدادی قوتیں مسلمانوں سے خوفزدہ ہو گئیں۔ چنانچہ لشکر اسامہ چالیس روز کے بعد فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتا ہوا واپس آ گیا، شام کا یہ حملہ اسلام کے حق میں بے حد مفید ثابت ہوا، منافقین اور مرتدین کے دلوں میں لشکر اسلام کی قوت کا رعب بیٹھ گیا، سیدنا صدیق اکبر کے اس اقدام نے اسلام دشمن طاقتوں کے حوصلے پست کر دیئے۔

دور صدیقی میں فتنہ ارتداد نے تین طریقوں سے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف حملے شروع کئے، ایک گروہ جھوٹے مدعیان نبوت کے گرد جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوا، دوسرے گروہ نے زکوٰۃ اور اسلام کے بعض دیگر احکامات کا انکار کر کے اسلام سے بغاوت کا راستہ اپنایا، تیسرے گروہ کے اسلام سے منحرف ہو کر اپنے سابقہ مذہب کو اختیار کر کے اسلامی حکومت کے خلاف علم

بغاوت بلند کیا۔ صدیق اکبر نے تینوں گروہوں کے خلاف بیک وقت اعلان جہاد کر کے تھوڑی سی مدت میں تمام فتنوں کو پیوند خاک کیا اور تمام بغاوتیں ختم کر کے دوبارہ ان علاقوں پر پرچم اسلام بلند کر کے نظام اسلام کا نفاذ کیا۔

حضرت ابو بکر صدیق نے منصب خلافت سنبھالتے ہی منکرین ختم نبوت کی بیخ کنی اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے خصوصی توجہ فرمائی اور حرنیل اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت باسعادت میں ایک عظیم الشان لشکر ترتیب دے کر منکرین ختم نبوت کے سرغنہ مسیلہ کذاب سے نمٹنے کے لئے یمامہ کی طرف روانہ فرمایا۔ مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کے پیش نظر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کو اس لشکر میں شمولیت کی ترغیب دی، جس کے نتیجے میں اصحاب بدر، مفسرین، محدثین، حفاظ اور قراء صحابہ کرام نے خصوصی طور پر اس لشکر میں شمولیت کی سعادت حاصل کی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کا قلع قمع کرنے کے لئے تیار ہوا، صدیق اکبر نے اس لشکر کیلئے خصوصی مشاورت بھی فرمائی اور فوجی افسران کو خصوصی ہدایات سے بھی نوازا، لشکر اسامہ کے بعد یہ دوسرا لشکر تھا جس کو بڑی اہمیت کے ساتھ خلیفہ اول نے روانہ فرمایا، پہلے لشکر

میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا معاملہ تھا اور اس دوسرے لشکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا معاملہ تھا تمام صحابہ کرامؓ کے اجماع سے آپؐ نے اس جہاد کا اعلان فرمایا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں مسیلہ کذاب سمیت تقریباً تیس ہزار مسیلمی لشکر اسلام کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے، اور باقیوں نے توبہ کر کے ازسرنو اسلام قبول کیا اور لشکر اسلام میں سے تقریباً بارہ سو صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا، اس میں تقریباً سات سو صحابہ کرامؓ قرآن مجید کے حفاظ اور قراء تھے، اتنی بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ نے قربانی پیش کر کے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کو مسلمانوں پر واضح کر دیا۔ صدیق اکبرؓ کے اس فیصلے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد اور ایمان کی روح ہے، صدیق اکبرؓ کی یہ سنت ہر دور میں امت محمدیہ کے لئے مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت کے ضمن میں ایک حکم کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کے ابتدائی چند ماہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے اسلام کے خلاف اٹھنے والے تمام فتنوں کو پیوند زمین کر کے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا جھنڈا بلند کیا۔ آج بھی اگر

مکرمین ختم نبوت، خصوصاً قادیانی فتنہ کے خلاف خلیفہ مسند اول کی سنت پر عمل کیا جائے تو انشاء اللہ نصرت خداوندی مسلمانوں کا استقبال کرے گی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہ صرف ان فتنوں کو خاک میں ملایا بلکہ دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے اسلامی حکومت کو استحکام بخش کر فتوحات اسلام کا وہ سلسلہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں شروع ہو گیا تھا دوبارہ جاری فرمادیا، چنانچہ دور صدیقی میں فتوحات کا وہ طویل سلسلہ شروع ہو گیا، جو بعد میں آنے والے ادوار میں پوری دنیا میں پرچم اسلام کی بلندی کا باعث بنا، اس اعتبار سے فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی کہ: ”اس امت کے سب سے بڑے محسن صدیق اکبرؓ ہیں۔“

رحلت: تقریباً ۱۵ اپنورہ دن مسلسل

بخار رہا، انتقال کے روز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن رحلت فرمائی تھی؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا دو شنبہ کے دن، پوچھا آج کونسا دن ہے؟ عرض کیا گیا دو شنبہ فرمانے لگے مجھے امید ہے کہ میری وفات بھی آج ہوگی۔“

دو برس تین ماہ اور نو دن تک مسند خلافت پر جلوہ افروز رہ کر ترسیٹھ برس کی عمر میں ۲۲/ جمادی الثانی بروز دو شنبہ ۱۳ھ کو اس دار فانی سے رخصت ہو کر دار بقاء آخرت کی طرف روانہ ہوئے، خلیفہ ثانی مراد بن تغیر، داماد حیدر حضرت عمر فاروقؓ نے آپؐ کی نماز جنازہ پڑھائی، بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے یعنی اس جگہ جو رشک جناں کہلاتی ہے۔ (رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ)

●●●

ہمیں ایک بار خدمت کا موقع ضرور دیں

کاغذ کی دنیا میں مشہور ترین نام

پاپر پیپر

گرافٹ دفنی

بائسٹنگ کلاتھ

ناظمہ پلازہ، نیو بلڈنگ، دوکان نمبر ۱۸۔ گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۰۰۴۶ (۰) ۲۲۵۹۳۳

# رمضان

## رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، کتنے خوش نصیب ہیں وہ بھائی اور بہنیں جن کی زندگی میں یہ ماہ مبارک پھر آ رہا ہے اور ان سب میں زیادہ خوش نصیب وہ ہے جو اس ماہ مبارک کی قدر و قیمت پہچانیں اور اس کا پورا حق ادا کریں۔ یہ ماہ مبارک دیکھنے میں بارہ مہینے میں سے ایک مہینہ ہے لیکن خدا نے اس ماہ میں جو برکتیں اور رحمتیں رکھی ہیں وہ کسی اور ماہ کو میسر نہیں، اس کی قدر و قیمت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپؐ کے طریقوں سے کیجئے!

ہمارے آپؐ کے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شعبان ہی کے مہینہ سے رمضان مبارک کی تیاری فرمایا کرتے اور شعبان کا اکثر حصہ روزوں میں گزارتے اور جب رمضان قریب آتا تو آپؐ گریہ کر رہتے اور تمام لوگوں کو جمع فرما کر منبر پر تشریف رکھتے اور رمضان مبارک کے متعلق مکمل ہدایات دیتے اس کے فضائل و مناقب سناتے اور لوگوں کو رمضان المبارک میں عبادت اور محنت، ایثار صدقہ و خیرات، روزہ، استغفار و تلاوت کی ترغیب دیتے اور اس ماہ میں غفلت و کوتاہی پر سخت غصہ فرماتے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے رمضان

المبارک کے قریب فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، اللہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے، اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے گناہوں کو معاف کرتا ہے، دعا کو قبول کرتا ہے اور تمہارے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر نیکی کرنے کو دیکھتا ہے اور فرشتوں میں فخر سے بیان کرتا ہے، پس اللہ کو اپنی نیکی دکھاؤ، بد نصیب ہے وہ جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا! میری امت کو رمضان کے بارے میں پانچ خاص نعمتوں سے نوازا گیا ہے جن سے پہلی امتیں محروم ہیں۔

(۱) ان کے منہ کی بو (جو روزہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان کیلئے آراستہ کی جاتی ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ میرے بندے اپنے اوپر سے مشقتوں کا بوجھ اتار کر تیرے اندر آ جائیں۔ (۴) سرکش شیاطین مقید کر دیئے جاتے ہیں (۵) رمضان کی آخری شب میں روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

آپؐ کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور صحابی

بیبیوں کا حال رمضان کے آتے ہی کچھ سے کچھ ہو جاتا تھا، وہ حضرات رات بھر عبادت کرتے، دن کو روزہ رکھتے اور صرف کھانے پینے سے نہ بچتے بلکہ ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے اپنے کو بچاتے، اپنی نگاہوں کی اور اپنی زبان کی حفاظت کرتے حتیٰ کہ صحابی بیبیاں اپنے بچوں اور بچیوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈلاتیں، رمضان المبارک موسم بہار بن کر آتا۔

چہروں پر رونق آ جاتی، دن ہو یا رات ہر ہر گھر سے قرآن پڑھنے کی آواز آتی، الغرض غریب و امیر، اُن پڑھ و عالم مرد و عورت، چھوٹا بڑا ہر ایک مست و سرشار نظر آتا اور جب رمضان رخصت کرتے اور دعا کرتے کہ خدایا ہماری زندگی میں یہ مبارک دن پھر نصیب ہوں۔

یہ تو حال تھا ان بزرگوں کا، لیکن اب ذرا اپنی حالت کا جائزہ لیجئے کہ آج کل جب رمضان المبارک آتا ہے تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے، نہ وہ انگلیں ہوتی ہیں نہ وہ جذبہ عبادت نہ وہ نگاہوں اور زبان کی حفاظت، نہ تلاوت کا شوق، نہ استغفار کی کثرت، ہم مسلمان بھائیوں اور بہنوں میں ایسے بہت ملیں گے جو روزہ تک نہیں رکھتے اور خدا کے حکم کو پس پشت ڈال کر آزادی سے زندگی گزارتے ہیں رمضان آتا ہے اور گزر جاتا ہے اور اللہ کے بندوں کو پتہ تک نہیں چلتا کہ کون سا مبارک مہینہ ان کے سروں پر سایہ فگن ہے بلکہ رمضان کے آنے سے ان کو تکلیف اور اس کے جانے سے یک گونہ

خوشی محسوس ہوتی ہے نہ تو خود روزہ رکھتے ہیں اور نہ اس پر ان کو افسوس ہوتا ہے مجھ کو اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے کہ میرے یہاں ایک مسلمان عورت آئی، وہ روزہ سے نہ تھی، چند بیسیوں نے اس سے کہا کہ تم روزہ کیوں نہیں رکھتیں تو اس نے بڑی جسارت سے جواب دیا! میں روزہ کیوں رکھوں، کیا میرے یہاں کھانے کو نہیں، یہ جملہ کتنا سخت اور گستاخانہ ہے خدا اس سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

رمضان کا احترام کرتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، اور شب بیداری کرتے ہیں اور اپنی بخشش کا سامان کرتے ہیں، رمضان کے آتے ہی مسجدوں میں رونق بڑھ جاتی ہے نیکوں کی طرف رجحان پیدا ہوتا ہے، نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے لیکن روزہ داروں اور شب بیداروں میں بھی ایسے لوگ زیادہ نہیں جو رمضان المبارک کے پورے حقوق کا لحاظ رکھتے ہوں اور تمام آداب کا خیال کرتے ہوں۔ اس سے غافل نہ ہونا چاہئے کہ روزہ صرف اس کا نام نہیں کہ صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک نہ کھائے نہ پئے بلکہ روزہ میں ان دونوں کے علاوہ اور بہت سی چیزوں سے پرہیز کرنا لازم ہے، زبان اور نگاہ کی حفاظت بھی ضروری ہے، ہماری بہت سی بہنیں روزہ تو رکھ لیتی ہیں، مگر اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتیں، جہاں چار بہنیں جمع ہوئیں زبان کھل گئی اور جب زبان کھلی تو اچھی بری بات سب نکلی، غیبت ہوئی کسی کی چغلی ہوئی اور ان جیسی اور دوسری برائیاں سرزد ہونا ضروری ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمادیا ہے۔

”جو شخص روزہ میں غلط گوئی اور غلط کاری نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانے اور پانی چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں اور نہ کوئی پرواہ ہے۔ اس لئے کوئی بھائی ہو خواہ کوئی بہن، اگر اس کو خواہش ہے کہ اس کا روزہ کارآمد ہو تو وہ اپنی زبان و نگاہ کی حفاظت بھی کرے

نہ کسی سے لڑے نہ جھگڑے نہ کسی کو برا بھلا کہے۔ ہماری بہت سی بہنیں جو تمباکو کی عادی ہوتی ہیں وہ دن بھر جھنجھلاہٹ سے گزارتی ہیں، ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے اور بعض گھرانوں میں لڑائی تک ہونے لگتی ہے۔ یہ بات بڑے خیال کی ہے، روزہ اس لئے تو نہیں کہ آدمی دوسروں کے لئے مصیبت بن جائے۔ ایسے روزہ سے کیا فائدہ کہ بھوک پیاس کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے۔

اس کے علاوہ تلاوت، ذکر و اذکار، استغفار کے مواقع بھی بھائیوں سے زیادہ بہنوں کو حاصل ہوتے ہیں آج بھی اس دور میں جب کہ دین سے حد درجہ غفلت طاری ہے، ایسے گھرانے موجود ہیں جہاں کی بیبیاں اپنے تمام کام و کاج کو انجام دیتے ہوئے بھی تلاوت سے غافل نہیں ہوتیں اور قرآن کریم کا اکثر حصہ روزانہ تلاوت کر لیتی ہیں، کیا ہماری بہنیں اتنا بھی نہیں کر سکتیں کہ وہ اپنے کام وغیرہ کے دوران میں قرآن کی کچھ نہ کچھ تلاوت بھی کرتی رہا کریں اور اپنی زبان و نگاہ کی حفاظت بھی کرتی رہا کریں، چلتے پھرتے گھر کا کام و کاج کرتے رہنے کے درمیان استغفار درود شریف اور کلمہ وغیرہ کا ورد رکھتی رہیں، اگر ایسا نہیں ہے تو یہ ہمت کی پستی اور دین سے غفلت کا نتیجہ ہے!

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام بہنوں کو اس ماہ مبارک سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

## عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم

جس طرح خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت پر یقین کامل رکھے اور آپ کی تعلیمات پر صدق دل سے عمل پیرا ہوئے بغیر خدا کی خدائی سمجھ میں نہیں آ سکتی اسی طرح صحابہ کرام کی عظمت و فضیلت کو دل و جان سے تسلیم کئے بغیر مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مصطفائی بھی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ جس نے ایمان کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو، اسے صحابی کہا جاتا ہے۔ تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل ترین صحابی خلیفہ اول بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کی چار نسلیں صحابی ہیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ جنتی ہونے کی بشارت دی اور اپنی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ کا نکاح عثمان غنی سے کیا اور ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر میرے چالیس بیٹیاں ہوتیں تو ایک کے بعد ایک سب عثمان غنی کے نکاح میں دیتا چلا جاتا۔ دس خوش نصیب صحابہ کرام کو خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت

کی بشارت دی انکے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) خلیفہ اول امام الامت سیدنا صدیق اکبر (۲) خلیفہ دوم رسول داماد علی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ (۳) خلیفہ سوم داماد رسول، امام الحفاظ سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔ (۴) خلیفہ چہارم شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ (۵) حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ (۶) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ (۷) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ (۸) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ۔ (۹) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ۔ (۱۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے زمانے میں اسلام کی پہلی بحری فوج کی بنیاد پڑی۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق اعظم کے دور خلافت میں سب سے پہلے پولیس کا محکمہ قائم ہوا۔ سن ہجری کا آغاز ہوا بیت المال قائم کیا گیا اور ایران فتح ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔“ ایک اور موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرے صحابہ کی شان میں گستاخی نہ کرو انہیں برانہ کہو کیونکہ اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کر دے گا کتنی ہی عبادت کر لے گا انکی بزرگی کا پھر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔“

## عورتوں کا ایمانی عہد

”اے نبی جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں آئیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں اور اپنے ہاتھ پیروں سے بہتان نہ باندھیں اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھٹلے کام میں تو ان کو بیعت کر لے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت مانگے، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے دن نازل ہوئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی بیعت لینا شروع کی۔ آپ عورتوں سے بیعت صرف الفاظ میں لیتے تھے، دست مبارک عورتوں کے ہاتھ سے کبھی مس نہیں ہوا، عورتوں کی سہولت کی خاطر زیادہ وضاحت کی گئی اور آپ نے امر الہی کی تعمیل میں عورتوں کو بیعت کے وقت ان چیزوں سے منع فرمایا:

(۱) کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کریں، چاہے یہ شرک و جوب وجود میں ہو یا اتحقاق عبادت میں، اگر کسی کے اعمال دکھاوے کے شائبہ سے پاک نہ ہوں اور وہ غیر اللہ سے اپنے اعمال خیر کے اجر کی طلب

مصیبت یا پریشانی آتی ہے۔

کفار و شرکین جن چیزوں کی تعظیم کرتے ہیں ان ایام کی تعظیم کرنا اور وہ جو مراسم ادا کرتے ہیں انہیں ادا کرنا شرک و کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”ان میں اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ پر یقین لاتے ہیں تو اس حال میں کہ اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتے جاتے ہیں۔“

ایک عمل حرام یہ بھی رائج ہے کہ جانوروں کو مشائخ کے نام پر نذر کرتے اور ان کی قبروں پر جا کر ان جانوروں کو ذبح کرتے ہیں فقہ کی کتابوں میں اس عمل کو بھی شرک میں داخل کیا ہے اور پوری تاکید سے کیا ہے۔ فقہانے اس ذبح ”ذباح جن“ کی جنس سے سمجھا ہے (ذباح جن وہ جانور ہیں جنہیں شرکین جنوں کے نام پر ذبح کرتے تھے) اس لئے اس عمل سے بھی اجتناب کرنا چاہئے کہ اس میں شرک کا شائبہ ہے۔ نذر کے طریقے بہت ہیں کیا ضروری ہے کہ کسی جانور کو ذبح کرنے کی نذر مانیں، اس کو ذباح جن کے ساتھ ملحق کریں۔

توحید تو یہ ہے کہ شائبہ شرک سے بھی بیزاری ہو، بیماریوں کو دفع کرنے میں بتوں اور شیطانوں سے مدد طلب کرنا جیسا کہ اس وقت رائج ہو گیا ہے عین شرک و گمراہی ہے اور قبروں سے اپنے حوائج و ضروریات مانگنا، اللہ سے انکار اور کفر ہے۔ اکثر عورتیں انتہائی جہل و نادانی کی وجہ سے اس طرح کے حرام اعمال میں مبتلا اور مراسم شرک کے ادا کرنے میں گرفتار ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ یہ بات اس وقت دیکھی جاتی ہے جب کہ چچک کی بیماری پیدا ہوتی ہے یا کوئی

حدیث قدسی میں آیا ہے: ”روزہ میرے لئے مخصوص ہے اور عبادت صوم میں میرے سوا کوئی شریک نہیں۔“

ہر چند کہ کسی عبادت میں بھی غیر اللہ کی شرکت جائز نہیں، لیکن روزہ کی تخصیص محض اس اہتمام کیلئے ہے کہ اس عبادت میں نفی غیر کی نیت بہ تاکید کرنی چاہئے، بعض عورتیں اپنے ایجاد کردہ روزوں کے حیلے میں یہ کہتی ہیں کہ:

”ہم روزہ اللہ ہی کیلئے رکھتی ہیں صرف اس کا ثواب پیروں کی روحوں کو بخشتی ہیں۔“ اگر وہ اپنے اس معاملہ میں سچی ہیں تو پھر روزوں کے لئے مخصوص ایام کی تعیین کا کیا کام ہے، اور پھر افطار میں مخصوص کھانوں اور مخصوص وضع و ہیبت کا التزام کیوں ہے، بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ افطار کے قوت محرمات کا ارتکاب پر منحصر و موقوف سمجھتی ہیں، حقیقت میں یہ عین گمراہی اور شیطان کا فریب ہے:

(۲) وہ چوری نہ کریں، جو عورتیں اپنے شوہروں کے اموال میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کرتی ہیں یہ گناہ کا کام ہے اس سے بچنا چاہئے۔

ایک قسم کی چوری کا ذکر بھی مناسب ہے، ایک دن ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ:

”بدترین قسم کا چور کون ہے؟“ صحابہ نے عرض کیا کہ: ہم نہیں جانتے۔

آپ نے فرمایا کہ: ”بدترین قسم کا چور وہ ہے جو اپنی نماز

میں چوری کرتا ہے اور ارکان نماز کو تمام و کمال ادا نہیں کرتا۔“

اس لئے اس قسم کی چوری سے بھی بچنا ضروری ہے تاکہ انسان بدترین قسم کے چوروں میں داخل نہ ہو، حضور قلب کے ساتھ نماز کی نیت کرنی چاہئے۔ کیونکہ نیت کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا، پھر قرأت درست طریقے پر کرنی چاہئے رکوع و سجود اطمینان کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اسی طرح اور جلسہ بھی اطمینان سے لانا چاہئے۔ یعنی رکوع کے ساتھ رکوع اور جلسہ بھی اطمینان سے لانا چاہئے۔ یعنی رکوع سے اٹھنے کے بعد سیدھا کھڑا ہونا چاہئے اور ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھڑا رہنا چاہئے تب سجدہ میں جانا چاہئے۔ اسی طرح دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا چاہئے، جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ اپنے کو چوروں کے گروہ میں داخل کرتا ہے۔

(۳) وہ زنا نہ کریں، یہ گناہ دنیا و آخرت میں انسان کو برباد کرنے والا اور تمام ادیان میں قبیح و منکر ہے۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا محرمات کو بُری نیت سے دیکھنا، ہاتھوں کا زنا محرمات کو بُری نیت سے پکڑنا اور قدموں کا زنا محرمات کی طرف بُری نیت سے جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”کہو اے محمد! مسلمانوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور کہو مسلمان عورتوں سے نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی

حفاظت کریں۔“

قرآن میں اس کی بھی ممانعت آئی ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے نرم و نازک گفتگو کریں کیونکہ اس سے برے مردوں کے دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر عورتوں کو اجنبی مردوں سے یہ ضرورت گفتگو کرنی پڑے تو اس انداز سے بولنا چاہئے کہ ان کے دل میں اس قسم کا وسوسہ پیدا نہ ہو سکے۔ قرآن میں اس سے بھی روکا گیا ہے کہ عورتیں اپنی زینت کا اظہار غیر مردوں کے سامنے کریں اور ان کے دل میں خواہش کریں، اسی طرح عورتوں کو پازیب و خلخال پہن کر زمین پر اس طرح پاؤں مارنے سے بھی روکا گیا ہے کہ اس کی آواز پیدا ہو کیونکہ اس سے بھی ان کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے، خلاصہ یہ کہ ہر وہ بات جو فسق اور گناہ کی طرف لیجانے والی ہو قبیح اور ممنوع ہے، حرام چیزوں کے ابتدائی مراحل و مقدمات و مبادی سے بھی پرہیز کیا جائے تاکہ نفس محرمات سے سلامتی میسر ہو،

(۴) اولاد کو قتل نہ کریں، فقر و احتیاج سے ڈر کر بچوں کو مار ڈالنا نہ صرف یہ کہ قتل ناحق ہے بلکہ قطع رحم سے گناہ کا بھی متضمن ہے، اس لئے اس ایک کبیروہ میں دو کبار کا ارتکاب ہے۔

(۵) وہ افترا اور بہتان نہ باندھیں، یہ وصف عورتوں میں بہت پایا جاتا ہے، اس لئے خصوصیت سے منع کیا گیا۔ یہ صفت بہت بُری صفتوں میں سے ایک ہے، یہ

جھوٹ سے اور جھوٹ تمام ادیان میں حرام اور قبیح ہے۔ اس میں ایذائے مومن بھی ہے اور مسلمان کو اذیت پہنچانا حرام ہے، نیز اس میں فساد پھیلانا بھی ہے جو نص قرآنی کی رو سے ممنوع و قبیح ہے۔

(۶) آخر میں چھٹے نمبر پر ایک جامع شرط یہ لگائی گئی کہ وہ معرف وغیر میں پیغمبر کی نافرمانی نہ کریں، یہ شرط تمام اوامر شرعی کے امتثال اور تمام نواہی شرعیہ سے اجتناب پر مشتمل ہے۔

نماز، بیگانہ بھی کسل اور وقت پر پوری خوش دلی و سعی کے ساتھ ادا کرنی چاہئے۔ مال کی زکوٰۃ مصارف زکوٰۃ میں بہ رغبت تمام صرف کرنی چاہئے۔ رمضان کا روزہ جو سال بھر کے چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہے پوری احتیاط سے رکھنا چاہئے۔ حج بیت اللہ جس کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

”حج گزشتہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے ادا کرنا چاہئے۔“

اسی طرح ورع و تقویٰ سے بھی چارہ لیا نہیں ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

”تمہارے دین کا قائم رکھنے والا تقویٰ ہے۔“

یا تقویٰ، منہیات شرعیہ (ممنوعات وکے شرعیہ) کو ترک کرنے کا نام ہے۔ نشہ آور وغیر چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے

اور ہر نشہ آور چیز کو شراب کی طرح سمجھنا چاہئے، غنا (گانے) سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ غنا لہو و لعب میں داخل ہے اور لہو و لعب حرام ہے۔

خن چینی اور نعیمت سے بھی پرہیز لازم ہے، مسلمانوں کے ساتھ مسخرہ پن کرنا اور ان کو اذیت پہنچانا بھی حرام ہے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے۔

بدفالی کا اعتبار نہ کرنا چاہئے اور نہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ ایک کا مرض دوسرے کو لگ جاتا ہے۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے منع فرمایا ہے۔ بدفالی کوئی شے نہیں ہے ورنہ ایک کا مرض دوسرے کو لگتا ہے، کاہنوں اور نجومیوں کا اعتبار نہ کرنا چاہئے، نہ ان سے غیب کی باتیں پوچھنی چاہئیں، اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں، کیونکہ شریعت میں بڑی تاکید کے ساتھ اس سے روکا گیا ہے، نہ خود جادو کرنا چاہئے نہ کسی ساحر سے جادو کرانا چاہئے۔ اسلئے کہ یہ قطعی حرام ہے۔ اور کفر تک پہنچا دینے والی چیز ہے، کوئی گناہ کفر سے اتنا قریب نہیں ہے جتنا جادو اور سحر۔ حدیث میں آیا ہے:

”جب تک ایمان دل سے نکل نہ جائے سحر کا فعل وجود میں نہیں آتا۔“

گویا سحر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اور جسے علماء نے

کتب شرعیہ میں بیان فرمایا ہے، دل و جان سے اس کو بجالانے میں سعی کرنی چاہئے اور اسکی مخالفت کو زہر قاتل سمجھنا چاہئے۔

جب بیعت کرنے والی عورتوں نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیعت قبول کر لی اور امر الہی کے مطابق ان کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ امر الہی سے جو استغفار آپ نے کسی جماعت کے لئے کیا اس کے متعلق پوری امید ہے کہ قبول ہوا اور وہ جماعت مغفور ہوئی، ہندہ، ابوسفیان کی بیوی بھی اس بیعت میں داخل تھیں بلکہ اس وقت ان عورتوں کی سرکردہ وہی تھیں اور سب کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ اس بیعت و استغفار سے ان کے حق میں بھی بڑی امید ہے، ان عورتوں کے بعد اب بھی جو عورتیں ان شرائط کو قبول کریں اور ان کے مقتضا کے مطابق عمل کریں اور حکماً اس بیعت میں داخل ہوں گی اور اس استغفار کی برکتوں کی امید وار۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”اللہ تعالیٰ کیوں تم پر عذاب کرے اگر تم اس کا شکر ادا کرو، اور ایمان درس کرو۔“

اللہ کا شکر بجالانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان احکام شرعیہ کو قبول کرے اور ان کے مقتضا پر عمل کرے۔ طریق نجات اور رستگاری کی راہ صاحب شریعت علیہ السلام کی پیروی ہے، اعتقاد میں بھی اور عمل میں بھی۔

ڈاکٹر محمد آصف قدوائی

## ترقی کا مفہوم

اصل موضوع پر کلام کرنے سے پہلے یہ بہتر ہوگا کہ ہم ترقی کے مفہوم کی بابت اپنے ذہنوں کو صاف کر لیں کیونکہ ہمارے اس خوف اور لالچ کے برق رفتار عہد نے مختلف قدروں ہی میں اہم تبدیلیاں نہیں کردی ہیں بلکہ اکثر الفاظ کے قابلوں میں نئے نئے معانی ڈھال کر بقول غالب خرد کا نام جنوں اور جنوں کا نام خرد رکھ دیا ہے، ہم کہتے کچھ ہیں اور ہمارا ذہن کسی اور طرف منتقل ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں ہمارے خیالوں میں براگندگی اور سوچنے اور سمجھنے کے طریقے میں گہمی پیدا ہوتی ہے۔

یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ ترقی کے معانی آگے بڑھنے کے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کس طرف؟ ہم کس شخص یا کس قوم کو ترقی یافتہ کہہ سکتے ہیں؟ ہمارا زمانہ مغرب سے مرعوبیت کا زمانہ ہے اور اگرچہ اب مشرقی قومیں بھی اپنے صدیوں کے خواب سے چونک کر، غلامی کی زنجیریں توڑ کر اپنے گرد و پیش تھوڑی بہت تنقیدی نظروں سے دیکھنے لگی ہیں، مگر عام حالت اب بھی یہی ہے کہ جو سکے مغربی تہذیب ڈھال کر

بھیج دیتی ہے وہ بلا تکلف ہمارے یہاں رائج ہو جاتے ہیں اور ہم کھرے اور کھوٹے میں فرق کرنے کی زحمت نہیں گوارا کرتے۔ مغرب کا ذہن تمام تر مادہ پرست ہے اور اسے ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ یہ شرہ ہے رومن تہذیب کا اور رومن تہذیب کی بنیاد قدیم یونانی تہذیب نے رکھی تھی جو مادی ترقی اور حظ نفس کو مقصود بالذات سمجھتی تھی چنانچہ اس کی تعمیر ہی میں اس کی خرابی کی صورت مضمر ہے۔

مغربی تمدن میں اولاً تو دینی شعور ہے ہی نہیں اور اگرچہ کچھ ہے بھی تو وہ زمانہ کے آگے آگے چلنے کے بجائے اس کے پیچھے چلتا ہے اس تمدن کی بنیاد ابتدا میں سائنس اور صنعت و حرفت اور سیاسی جمہوریت پر رکھی گئی تھی لیکن اس کی نشوونما تغلب و استعمار اور کمزور قوموں پر ظلم و استبداد کے ذریعہ حاصل کی ہوئی دولت سے ہوئی اور ہو رہی ہے اور پھر جوں جوں ترقی ہوتی گئی تن آسانی اور عیش پرستی کی تمام باتیں اس کا جزو بنتی گئیں۔ نتیجہ یہ ہے

کہ عیاشی اور نمود نے اتنا فروغ پایا ہے کہ اعلیٰ اخلاق خصال تباہ ہوتے جا رہے ہیں لیکن اس کے شیدائی یہ نہیں دیکھتے کہ روحانی عنصر نہ ہونے کی وجہ سے مغربی تمدن کس تیزی سے ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔

ایڈوڈگین نے تاریخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ”تاریخ دراصل جرموں، غلطیوں اور نوع انسانی کی بد نصیبیوں کے رجسٹر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔“

ہم بغیر کسی تصرف یا غلط بیانی کے یہی تعریف مغربی تمدن کی تاریخ پر بھی چسپاں کر سکتے ہیں۔ دو عظیم جنگیں، فسطائیت ایٹم بم ہائیڈروجن بم اور نہ جانے کتنے دوسرے فتنے اس کے لطن سے پیدا ہو چکے ہیں اور اب پھر تیسری اور ہولناک ترین عالمی جنگ کے بادل اکٹھا ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

ان سطور سے ہمارا مادی ترقی کی نفی کرنا نہیں ہے، صرف یہ دکھانا ہے کہ اگر دنیاوی ترقی روحانی اور اخلاقی شعور کے ماتحت نہ ہو تو وہ کس درجہ خطرناک اور موجب خطرات بن جاتی ہے۔

جس طرح انسان میں جسم اور روح کا امتزاج ہے اسی طرح اس کی ترقی کے بھی مادی اور روحانی دو پہلو ہیں اور دنیاوی ترقی اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جب اسے اطاعت الہی کے زیر سایہ حاصل کیا

جو تمدن ان دونوں میں سے کسی ایک کا ساتھ چھوڑ دے وہ غیر معتدل اور ناقص ہے صحیح تمدن وہی ہے جو دونوں کے مطالبوں اور تقاضوں کو تسلیم کرے اور ان میں عدل کرے، اور اپنے سامنے یہ نصب العین رکھے کہ انسان کے مادہ کے ڈھیر کو انسانیت میں تبدیل کرنا ہی ترقی کا صحیح مفہوم ہے۔

لیکن اس متوازن ترقی کا راستہ صرف اسلام دکھا سکتا ہے، کیونکہ وہ ایک طرف مادیت کی نفی نہیں کرتا اور نہ اس کے امکانات اور تقاضوں سے صرف نظر کرتا ہے اور دوسری طرف وہ ان بنیادی روحانی اور اخلاقی قدروں کا بھی محافظ ہے جو مادہ کے ڈھیر کو انسانیت میں تبدیل کرتی ہیں۔

ہم نے سب سے بڑی غلطی یہ کی ہے کہ دنیوی علم و عمل سے دین کا رابطہ توڑ دیا ہے کہیں صرف مادی ترقی اور دنیوی بہبود پر زور ہے کہ قابل توجہ یہی چیزیں ہیں اور اگر دینی اصول ان کی راہ خانہ میں رکاوٹ ڈالتے نظر آئیں تو انہیں الٹ بلا جھجک قلمزد کردینا چاہئے اور کہیں مذہب اور باری معنی ساری توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے کہ قدیم تعلیم و تہذیب کے دائرہ میں محدود کر دے اور نہ جدید تعلیم و تہذیب تکموجہنم میں یا پہنچا دے گی۔ نئے علوم و فنون جاننے والے طبقہ کی اکثریت اپنے قدیم تہذیبی غیر سرمایہ سے ناواقف ہونے کے باعث

دین سے عدم التفات کو ترقی کا وسیلہ سمجھتی ہے اور قدیم علوم و فنون کے اکثر وارث عصری رجحانات سے بے خبری کی وجہ سے پرانی بحثوں اور روایتی انداز فکر کے اسیر ہیں، اور مذہب کے سانچے میں ڈھال کر ایک ترقی یافتہ اور متوازن تمدن کی تشکیل کی ضرورت یا تو محسوس نہیں کرتے یا خود کو اس کا اہل نہیں پاتے۔

عام مسلمانوں کی اسلام سے وابستگی کی نوعیت شعوری نہیں بلکہ جذباتی ہوگئی ہے۔ اللہ اکبر کے نعروں سے جسموں میں جھرجھری اب بھی پیدا ہوتی ہے، مسلمانوں کی زبوں حالی سے دل اب بھی متاثر ہوتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دل سے تو ہم اسلام کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں مگر سوچتے غیر اسلامی طریق پر ہیں اور زندگی غیر اسلامی اصولوں پر مرتب کرتے ہیں۔ بعض حضرات دین سے سیاست کا کام لینا چاہتے ہیں، بعض تجارت کا اور زیادہ تر تو اس سے کوئی کام ہی نہیں لینا چاہتے ہیں حال و قال کا یہ بعد ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں پر چھایا ہوا ہے۔ خدا کو مالک اور آقا مان کر کوچہ غیر میں گداگری کرتے ہم کو شرم نہیں آتی، جھوٹ کو ام النجاشت تسلیم کر کے چند بیگہ زمین کے لئے جھوٹا حلف اٹھا لینا ہمارے اندر کوئی الجھن نہیں پیدا کرتا۔ بڑھتی ہوئی خود غرضی اور باہمی عداوت سے رسمی طور پر عبرت اندوز ہونے کے لئے ہم ہر وقت

تیار رہتے ہیں لیکن اپنی روزمرہ کی زندگی میں خلوص، ایثار اور خدمت کے جذبات پیدا کرنا ہمارے لئے محال ہے۔ مالی ابتری کے باوجود محنت اور کفایت شعاری پر ہماری طبیعتیں نہیں مائل ہوتیں۔ غرض خدا اور آخرت پر ایمان اور ہماری نمازیں اور ہمارے روزے ہم کو خود غرضی، جھوٹ، قوت پرستی، دولت کی طمع اور اس طرح کے دیگر روحانی و اخلاقی امراض سے نجات دلانے میں کارگر نہیں ہوتے، حالانکہ ایسا ہونا چاہئے۔

سرچارلس لائل نے بڑے مزے کی بات کہی ہے کہ: ”ایشیاء جیسا علمی سیاست کا اسکول کہیں نہیں ہے جہاں نیکی اور انصاف کے نہایت پاکیزہ اور قابل تعریف اصولوں کے ساتھ چھین لو اور دبا بیٹھو کا پرانا طریقہ اب بھی رائج ہے اور جہاں افعال اور مسلمات کا تضاد کسی کو مطلق نہیں کھٹکتا۔“

یہاں اس سے بحث نہیں کہ آیا تنہا ایشیاء ہی اس الزام کا مستحق ہے اور دنیا کے دوسرے براعظم اس سے بری ہیں۔ سوچنا یہ ہے کہ کل ایشیاء پر یہ بات صادق آتی ہو یا نہ ہو مسلمانوں کی حالت ضرور ایسی ہی ہے۔ ان کے یہاں عقائد اور اعمال میں مناسبت ہی معدوم نہیں بلکہ اس عدم مناسبت پر ان کا ضمیر ہلکی سی چٹکی بھی نہیں لیتا اور یہ اس لئے ہے کہ اسلام سے ان کے تعلق کی نوعیت محض طبعی، رسمی اور نسلی

ہوگئی ہے دینداری کے معنی چند عقائد کا اقرار اور چند رسوم کی ادائیگی سمجھ لئے گئے ہیں اور زبان سے اسلام کے دین عمل، اور ضابطہ حیات ہونے کا لاکھ دعویٰ کیا جائے معاشرت میں خوف خدا کو راہنما بنانے پر کوئی راضی نہیں ہے۔ اسلام کی عظیم الشان عمارت کے چار ستون ہیں:

- (۱) اعتقادات۔
- (۲) عبادات۔
- (۳) اخلاقیات۔
- (۴) معاملات۔

حضور سرور کائنات کی رسالت کا یہی طرہ امتیاز ہے کہ وہ ان چاروں عنوانوں کا مجموعہ تھی۔ آپ نے یہ حقیقت بار بار دہرائی کہ انسان کا ایک تعلق تو اپنے خالق کے ساتھ ہے اور دوسرا اپنے خالق کی مخلوق کے ساتھ یعنی اس کا ایک رخ عالم غیب کی طرف ہے اور دوسرا عالم شہود کی طرف۔ خدا اور بندہ کے تعلق کے جن اجزاء کا تعلق ہماری قلبی ذہنی کیفیات سے ہے ان کو اعتقادات کہتے ہیں اور جن اجزاء کا تعلق ہمارے جسم و جان اور مال و دولت سے ہے وہ تین ابواب یعنی عبادات، اخلاق اور معاملہ میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔ اسلام کی تکمیل کے لئے ان چاروں کا استحکام ضروری ہے نجات کا مدار ایمان اور عمل صالح دونوں پر ہے، اسی لئے قرآن پاک میں آمنا کے ساتھ ساتھ وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ پر

ہمیشہ زور دیا گیا ہے۔ ”جو آدمیوں کو زیادہ نفع پہنچاتا ہے وہی زیادہ اچھا آدمی ہے۔“ ”جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں وہ مسلمان نہیں۔“ مختصر یہ کہ اسلام اور زندگی میں ایک نہ ٹوٹنے والا رابطہ اور علاقہ ہے اور اس کی ہمہ گیر تعلیم کے ثمرات سے ہم تب ہی اپنی جھولیوں بھر سکتے ہیں جب ہم اس کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی کر لیں۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی ترقی کا مدار اپنے اندر سچا مذہبی جذبہ بیدار کرنے پر ہے تاکہ ہمارے تمدن کی بنیاد ابدی اخلاقی قدروں پر ہو، وہ طرز زندگی اور وہ تمدن جو مادی اغراض سے مغلوب ہو کر منشاء حق کو پس پشت ڈال دیتا ہے، خود بھی برباد ہو جاتا ہے اور انسانیت کو بھی کھوکھلا کر دیتا ہے اس کی تعمیر ریت کی دیواروں پر ہوتی ہے اور جب وہ اپنے ہی پیدا کئے ہوئے معائب کے بوجھ سے بیٹھنے لگتا ہے جیسا کہ ضروری ہے۔ تو ہمسایوں کو بھی تباہ کر ڈالتا ہے، یہی تاریخ کا فیصلہ ہے، لیکن جن کی آنکھیں مغرب کی جگمگاہٹ سے خیر ہوگئی ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی عمر ابھی صرف ڈیڑھ سو سال ہی ہے اور اتنی ہی عمر میں جو تاریخی اعتبار سے کچھ بھی نہ ہوئی، اس میں انحطاط کی علامتیں پیدا ہوگئی ہیں اور اس کے مستقبل کی بابت سخت اندیشے ظاہر کئے جا رہے ہیں۔

”مومنوں میں اسی کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔“ (سنن ابی داؤد)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک وہ اپنے بھائی یا پڑوسی (راوی کو شک ہے) کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔“ (بخاری)

”جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔“ (بخاری)

”اچھے خلق ہی کو اسلام کہتے ہیں۔“ قیامت کی ترازو میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی اور چیز نہیں ہوگی۔“ ”خوش اخلاق دنیا اور آخرت کی نیکی کو لے گیا۔“

”بخل اور بد اخلاقی دو ایسی چیزیں ہیں جو مومن میں کبھی جمع نہیں ہوتیں۔“

جب تک انسان اپنی زندگی کا رشتہ رضائے الہی سے نہ جوڑے اور مادی ترقی صرف اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جب روحانی اور اخلاقی اقدار سے اس کا رشتہ قائم رہے۔ ایک متوازن اور عادلانہ نظام تمدن تفسن نفس نہیں بلکہ احتساب نفس ہی کے سہارے وجود میں آ سکتا ہے اور مسلمان کسی اور ذہنی فضا میں مسلمانوں کی حیثیت سے ترقی نہیں کر سکتے۔

ہمیں چاہئے کہ اسلام کے آب حیات سے اپنے معاشرہ کو سیراب کریں ہم میں ایک ایسی جماعت ہو جو اسلام کے عقائد اور اصولوں کو لے کر علم و عمل کے میدان میں آگے بڑھے اور زندگی کے نشیب و فراز اور اس کے ہمیشہ بدلتے ہوئے حالات اور مسائل میں ان کو برت کر دکھائے تاکہ قوم کو صحیح عملی ہدایت ملے اور قومی مزاج میں پختہ دینی شعور اور خود اعتمادی پیدا ہو یہی چیز ہمیں ترقی کے صحیح راستہ پر لگا سکتی ہے، اور اسی کی اس وقت ضرورت ہے اور اگر نظر کو ذرا وسیع کر کے دیکھا جائے تو قرآن کی اس آیت میں بھی ہمیں یہی حکم ملے گا۔

ترجمہ: ”اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور انہیں اچھے کام کرنے کی ترغیب دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔“

عمل جس طرح ہماری فلاح اخروی

کا ضامن ہے دنیوی فلاح و ترقی کے صحیح راستہ پر پڑنا بھی اسی پر موقوف ہے۔ ہم نے بد قسمتی سے اسلام کی سماجی اہمیت کو پوری طرح نہیں سمجھا اور نہیں دیکھا کہ یہی وہ صفت تھی جس نے اسلام کو روایتی مذاہب سے ممتاز کر کے اسے ایک تاریخی حقیقت بنا دیا تھا۔

ہمارے تاریخ کے مایہ ناز دوروں میں ایسی عظیم المرتبت شخصیتیں ضرور ابھریں جنہوں نے معاشرہ کے بارے میں اپنے فرض کی ادائیگی میں اپنی جانوں تک کی بازی لگادی اور یہی وجہ ہے کہ اسلام اندر و باہر کے بی شمار خطروں کا مقابلہ کر کے آج بھی ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے قائم ہے۔ لیکن عام طور پر ہمارے دینی رہنماؤں کی اکثریت نے اس ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا، نہ ذہنی اور علمی سطح پر اور نہ عمل کے میدان میں مسجدوں مدرسوں اور خانقاہوں اور گھروں، کالجوں، کھیتوں اور کارخانوں کی درمیانی خلیج پر مبل بنانے کی کوشش ادھوری ہی رہی اور زندگی کو دین سے اور دین کو زندگی سے قوت کی لہریں جیسی کہ پہنچنی چاہئے تھیں نہیں پہنچ سکیں انجام کار دین دنیا کی تفریق اور اس بارے میں افراط و تفریط پوری قوم کا مزاج بنا ہوا ہے جو ہزار خوبیوں کی جڑ ہے۔

اسلام کی وسعت کے اندر انسان کی پوری زندگی کے کام داخل ہیں جن کے

بحسن و خوبی انجام دینے کے لئے وہ خلق کیا گیا ہے۔ دراصل اسلام آیا اسی لئے تھا کہ اپنے پیروؤں کے پاؤں کے نیچے دونوں جہانوں کی بادشاہی رکھ دے۔ (سیرت ابن ہشام، جلد اول) یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم اس سے یہ کام نہیں لیتے جب تک ہم نے اسلام کی روح سے اپنی روحوں کو منسلک رکھا دنیا نے اس صداقت کا حیرت انگیز مظاہرہ دیکھا، لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب یہ رشتہ کمزور پڑ گیا اور ملک گیری مسلمانوں کے فعال طبقہ کا نمایاں مقصد بن گئی تو اسلام ایک سیاسی قوت کی طرح دنیا کے بڑے حصہ پر تو چھایا رہا، مگر اس کے جسم سے اس کی روح جدا ہو گئی، یہ کوئی اچھی شکل نہ تھی، اور انجام اس کا وہی ہوا جو ہر ایسی سیاسی طاقت کا بالآخر ہوتا ہے جو اچھے اخلاق اصولوں سے تربیت نہیں لیتی۔ روحانی امراض نے معاشرہ کو کھوکھلا کر دیا، زندگی کے عناصر کمزور پڑ گئے اور رفتہ رفتہ دولت و حکومت بھی جانی رہی۔

ہماری بہبود اسی میں ہے کہ ہم روحانیت اور مادیت کے امتزاج کی اسلامی تشریح و توضیح کو اپنی اجتماعی زندگی میں جذب کر لیں، جب تک یہ نہ ہوگا ہم ترقی سے یونہی محروم رہیں گے، جیسے کہ آج ہیں۔

## نواب سید صدیق حسن خاں

### اور ان کی خدمات و کارنامے

تازہ خواہی داشتن گردانہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را نواب سید صدیق حسن خاں علیہ الرحمہ نہایت ممتاز اور یگانہ روزگار شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی اصلاح اور پاکیزہ اسلامی تعلیم و تربیت کے میدان میں اہم رول ادا کیا، اور یہی نہیں بلکہ پوری ملت کو گراں قدر فکری سرمایوں اور مہتمم بالشان اسلامی، علمی، ادبی ذخیروں سے مالا مال کیا۔

نواب صاحب کی شخصیت جس دور کی یادگار ہے وہ دور تاریخ کا نہایت پر آشوب و پر فتن دور تھا، ہندوستان سیاسی، سماجی، علمی، فکری، دینی اخلاقی اور کبھی میدانوں میں سخت ترین ابتلاء و آزمائش سے دوچار تھا۔

مسلمانوں کی حکومت ہندوستان سے ختم ہو چکی تھی، اور اس کی جگہ انگریزی سامراجیت نے لے لی تھی، جو دل و جان سے اس بات کی خواہاں تھی کہ اسلامی تمدن، اسلامی افکار و اقدار اور وطن دوستی کی طرف رہنمائی کرنے اور روشنی دکھانے والے باقی ماندہ نقوش بھی حرف غلط کی

نواب صدیق حسن خاں کا سلسلہ

پروفیسر محمد اجتہاد ندوی

نسب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے، مسلمانوں میں ایسے خاندانوں کا احترام بے حد و حساب کیا جاتا ہے، یہ خاندان بلاد عرب سے ایران کے راستے ملتان آیا اور وہاں سے ہندوستانی پایہ تخت دہلی منتقل ہوا، سلطان ہند بہلول شاہ لودھی (۱۲۵۱-۱۲۸۸ء) جو نواب صاحب کے جد امجد جناب شیخ جلال سوم کے خصوصی مریدوں میں سے تھے) کی عنایت، حاضری اور درخواست پر انہیں کے ساتھ پندرہویں صدی عیسوی دہلی منتقل ہوئے، لودھی سلطان نے شیخ کا بڑا اعزاز و اکرام کیا، اور بھرپور نصرت و حمایت کی، قنوج کے آباد علاقے کی ایک بڑی جائداد اس نے آپ کے نام لکھ دی، کچھ ہی دن بعد شیخ کا خاندان قنوج منتقل ہو گیا، اور تین سو سال تک علم و دین کی خدمت کرتا رہا، یہاں تک کہ قنوج دعوت و اصلاح کا عظیم الشان مرکز بن گیا، پہلے تو یہ باہرکت خاندان ”شیخانہ“ میں سکونت پذیر رہا مگر پھر ”دشتن پورہ“ کے محلہ میں منتقل ہوا، جو بعد میں شیخ جلال چہارم کی علمی دینی اور عام دعوتی و اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز قرار پایا۔

مسلمانوں کی حکومت اور اس کی ریاستیں جب کمزور ہو گئیں اور بری طرح گردش زمانہ کی شکار ہوئیں تو راج العقیقہ مسلمان گھرانے فقر و فاقہ میں مبتلا ہو کر

تلاش معاش میں اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل پڑے، ایسے ہی راست باز لوگوں میں جناب سید علی اصغر کے پوتے جناب سید عزیز اللہ بھی تھے جو قنوج سے نکل کر ریاست حیدرآباد منتقل ہو گئے، جہاں آپ کے پوتے سید اولاد علی بعض اہم عہدوں پر بھی فائز ہوئے، ریاست حیدرآباد کے وزیراعظم شمس الامراء سے سید اولاد علی صاحب کے روابط بڑے قریبی، نہایت گہرے اور خوشگوار تھے، شمس الامراء کی سفارش پر ان کو نواب حیدرآباد نے قلعہ گولکنڈہ کا ناظم اعلیٰ بنایا اور انور جنگ بہادر کے لقب سے نوازا، جائداد جو ریاست سے انہیں ملی اس کی آمدنی اس زمانہ میں پانچ لاکھ روپے سالانہ تھی، ساتھ ہی ساتھ بہت سے گاؤں بھی ان کے نام لکھ دیئے، جن کی پوری آمدنی اور پیداوار کے مستحق نظام حیدرآباد کی طرف سے تنہا آپ ہی تھے یہی نہیں بلکہ ایک شاندار محل اور بہت سے سامان راحت بھی عطا ہوئے اور تقریباً ایک ہزار فوجیوں کا لشکر بھی آپ کی قیادت میں رہا، چنانچہ جناب سید اولاد علی جنگ بہادر فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے ہوئے سنہ ۱۳۱۸ھ مطابق سنہ ۱۸۰۳ء میں حیدرآباد ہی میں پروردگار حقیقی سے جا ملے۔

مرحوم نے حیدرآباد میں عقد ثانی کیا لیکن اس دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں

ہوئی، پہلی بیوی سے جو قنوج میں رہتی تھیں ایک لڑکا سید اولاد حسن نامی تھا، لیکن انہیں اپنے والد کی رفاقت میسر نہ ہوئی، سید اولاد حسن کی پیدائش سنہ ۱۷۸۵ء تا ۱۲۱۰ھ میں قنوج میں ہوئی، ان کا گھرانہ اس زمانہ میں بری طرح شرک و بدعت اور اوہام و خرافات نیز جہالت کی زد میں تھا، علمی اور تمدنی سرگرمیوں کا پرچم بھی جو اس زمانہ میں محض اسی ایک معزز اور نیک نام گھرانے میں بلند تھا، جاہلوں، بدعت، توہم پرستوں اور خرافات پسندوں کی ریشہ دوانیوں کے اثر و رسوخ اور اسلامی حکومت کے زوال کی بناء پر متاثر و مغلوب اور ڈانوا ڈول ہونے لگا تھا، جناب سید اولاد حسن بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے، ذہانت و طباعی اور اولوالعزمی ان کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، حافظے کی پختگی، راسخ العقیدگی، خدا ترسی، خوش اخلاقی، اور شرافت نفس ان کی فطرت میں داخل تھی، معزز دینی اور علمی گھرانے میں پرورش اور نشوونما پانے والا ذہین اور ہونہار بچہ اپنی شریف نفس، نیک طبیعت اور تعلیم و تہذیب کے زیور سے آراستہ ماں کے زیر تربیت رہ کر علم و دین، صبر و قناعت، تقویٰ و طہارت اور بلندی کردار کی دولت سے مالا مال ہوا، جو بڑا ہو کر صحیح معنوں میں بڑا آدمی بنا اور دینی و علمی لحاظ سے نہایت اہم اور ممتاز مقام پر

فائز ہوا، اور فقر و فاقہ کے عالم میں بھی صبر و شکر اور قناعت کی دولت سے مالا مال رہا۔ علامہ حکیم عبدالحی حسنی رحمہ اللہ کا بیان ہے: ”حضرت مولانا سید اولاد حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی بخاری قنوجی، شیخ جلال الدین حسینی بخاری کی اولاد میں سے تھے، سنہ ۱۲۱۰ھ میں قنوج میں پیدا ہوئے، شیخ عبدالباسط قنوجی سے ایک زمانے تک تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر لکھنؤ چلے گئے جہاں مولانا نورالحق بن انوارالحق لکھنوی سے بیشتر کتابیں پڑھیں، اور عرصہ دراز تک ان کی صحبت میں رہے، اس کے بعد دہلی منتقل ہوئے، یہاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور فرزندوں حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبدالعزیز سے کسب فیض کیا، سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے، ان سے بیعت بھی ہوئے اور راہ حق میں بھی ان کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور دعوت دین کے کاموں میں ان کے معاون اور خلیفہ مجاز قرار پائے۔ حصول خلافت کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے۔“

جمہرات سنہ ۱۲۵۳ھ تا ۱۸۳۷ء میں آپ کی وفات ہوئی، پانچ اولاد جن میں دو لڑکے احمد حسن عرشی و صدیق حسن تھے، (اور تین لڑکیاں فاطمہ، مریم اور محمدی بیگم

بھی تھیں) جو آپ کے بعد آپ کے وارث ہوئے، وراثت میں قابل ذکر چیز صرف قیمتی اور نادر کتابیں تھیں۔

جناب احمد حسن عرشی صاحب نواب صدیق حسن خاں صاحب سے دو سال بڑے تھے کیونکہ ان کی ولادت سنہ ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء میں ہوئی، انہیں بھی قدرت سے بڑی بڑی صلاحیتیں ودیعت ہوئی تھیں، ذہانت و فطانت، سوجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کے ساتھ ساتھ قوی الحافظ تھے، اور سخی تھے، ادبیت، فصاحت و بلاغت اور انشاء پردازی کا وافر حصہ فطرت سے لے کر آئے تھے، آپ علم و فضل، تقویٰ و طہارت، کمال فن، کدوکاوش کی بے پایاں صلاحیت اور ندرت فکر و فن کی اعلیٰ خصوصیات سے متصف تھے، دبلے پتلے اور نحیف جسامت کے تھے، ۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۷۷ھ تا ۱۸۶۰ء میں اس جہاں فانی سے کوچ کر گئے۔

نواب صدیق حسن صاحب رحمہ اللہ جن کے بارے میں یہ گفتگو چل رہی ہے سنہ ۱۲۲۸ھ تا ۱۸۳۲ء میں اتوار کے روز بوقت چاشت اپنی نانہال بانس بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے، کچھ دن بعد ان کی ماں ان کو لے کر قنوج چلی گئیں جہاں ان کے والد پہلے سے سکونت پذیر تھے، یہ بچہ ابھی صرف پانچ سال کا تھا کہ مخلص

مشفق اور مربی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اب بچہ کی تعلیم و تربیت اور کفالت کی تمام تر ذمہ داری محض ماں کے سر آ پڑی، ماں بڑے باپ کی بیٹی تھی، اسے جلیل القدر عالم اور متحرک و فعال داعی اور مجاہد کی بیٹی جس نے تحریک آزادی میں انگریزوں کے خلاف شہسختے طور پر بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے، ماں خود بھی مومنہ تھیں اور تقویٰ و پرہیزگاری، سوجھ بوجھ اور تربیتی امور میں طاق اور ضرب المثل تھیں، انہوں نے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی اور بچپن ہی سے اس کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی، نواب صدیق حسن خاں خود فرماتے ہیں: میں سات برس کا تھا مسجد میرے گھر سے قریب تھی، فجر کی نماز میں میری والدہ گہری نیند سے مجھ کو جگا کر وضو کرائیں اور پابندی سے مسجد بھیجتیں، گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیتیں، اور اگر کبھی گہری نیند سے اٹھنے میں دیر لگا تا تو میرے چہرے پر پانی کی چھینٹیں مار مار کر زبردستی مجھ کو جگا تیں، اس طرح کی دینی تربیت حاصل کرنے کے بعد نواب صاحب عمر بھر دینی فرائض کی ادائیگی میں چاق و چوبند رہے اور منصب و اقتدار اور عزت و شہرت کے بلند و بالا مقام پر فائز ہونے کے بعد بھی کبھی بھی آپ کے عقیدہ و مسلک اور عمومی دینی روش میں سرسوفرق

نہ آیا۔ سید صدیق حسن شہر کے مدرسے میں داخل کئے گئے، ابتدائی عربی فارسی کتابیں اپنے بڑے بھائی سید احمد حسن سے پڑھیں پھر فرخ آباد اور کانپور چلے گئے۔ وہاں بھی علم حاصل کرتے رہے۔ علم کا شوق کشاں کشاں دہلی دارالسلطنت کھینچ لایا، یہاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علمی خانوادے سے انہوں نے استفادہ کیا، صدر الافاضل مفتی ہند جناب صدر الدین خان آزرہ سے بھی کسب فیض کیا۔ حدیث نبوی کی تعلیم جناب شیخ زین العابدین بن محسن یمانی (۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء) سے حاصل کی۔

دہلی میں دو سال پورے کرنے کے بعد اپنے استاذ و مربی جناب مفتی صدر الدین رحمہ اللہ سے اجازت حاصل کی، مفتی صاحب نے اپنے قلم سے سند اجازت مرحمت فرمائی اور آپ اپنے وطن واپس ہوئے، نواب صاحب نے دہلی میں رہ کر بہت کچھ حاصل کیا، دہلی کی شعری وادبی نشستیں اور علمی محفلیں انہیں برابر یاد آتی رہیں۔ وہ انہیں یاد کر کے جھوم جھوم اٹھتے اور گنگناتے۔

سقی اللہ وقتا کنت اخلو بوجھکم و نغر الہوی فی روضۃ الانس ضاحک

اقمنازماناوالعیون قریرة  
واصبحت یوماوالجنون  
مواکب

”یادش بخیر وہ زمانہ کہ جب ہمیں تمہاری ہم نشینی میسر تھی اور جب باغ الفت میں عشق کی بانجھیں کھل رہی تھیں ایک زمانہ تک ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں۔ اور ہنسی خوشی سے قیام پذیر رہے۔ لیکن آج یہ حال ہو گیا ہے کہ اپنا سوز دروں ہو یاد ہے۔“

دلی سے واپسی کے وقت نواب صاحب کی عمر اکیس سال کی تھی، اپنے وطن میں صرف چند مہینے گزارنے کے بعد تنگی معاش سے پریشان ہو کر آیت قرآنی۔

”فامشوانی منا کبھا وکلوا من رزقہ“  
(زمین کے دوش پر چل کر اپنی روزی حاصل کرو) کے بموجب اکل حلال کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، گھر میں آپ کے سوا کوئی بھی خانگی ضروریات کی کفالت کرنے والا نہ تھا، رجب ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں آپ مشہور مسلم ریاست بھوپال پہنچے، جس کی علم نوازی کے بارے میں آپ نے اپنے ایک پڑوسی محمدی سے بہت کچھ سن رکھا تھا، وہاں وزیر اعظم بھوپال جناب منشی جمال الدین کے ذریعہ نواب سکندر جہاں بیگم کے دور میں تاریخ بھوپال کی تدوین کے

لئے آپ کا تقرر ہو گیا۔ لیکن بعض معاصر علماء سے اختلاف اور چشمک کی بناء پر وہ زیادہ دن اس ملازمت کو باقی نہ رکھ سکے، اور بھوپال سے مستعفی ہو کر ٹونک چلے گئے جہاں کافی دن تک رہے مگر وہاں کی فضا بھی کچھ زیادہ راس نہ آئی اور وہاں سے اپنے وطن قنوج کی واپسی کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں آپ کو نواب سکندر جہاں بیگم اور منشی جمال الدین کا دعوت نامہ ملا اور آپ بھوپال دوبارہ واپس چلے گئے، جہاں بیگم بھوپال سے ان کو تبادلہ خیالات کا موقع ملا، بیگم صاحبہ نے آپ کے ساتھ بڑے اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا اور دربار کے ایک اہم عہدے پر متعین کر دیا، سید صدیق حسن خاں کی محنت لیاقت اور ایمانداری کی دھوم مچ گئی، بیگم صاحبہ، وزیر اعظم اور قوم کی پسندیدگی نے ان کو مزید ترقی درجات سے نوازا۔

رہنے لگا، نواب صاحب کی ان بیوی سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے نور الحسن اور علی حسن ہوئے، دونوں صاحبزادگان نواب شاہ جہاں بیگم کے انتقال کے بعد لکھنؤ منتقل ہو گئے اور دینی و علمی خدمت میں زندگی گذاری، اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں برکت عطا فرمائی، ان میں سے چند افراد حیدرآباد اور پھر پاکستان چلے گئے۔ کراچی میں نواب نور الحسن خاں صاحب کے نامور و لائق پر پوتے جناب قاری رشید الحسن صاحب نیوٹاؤن کی مسجد کے امام و خطیب اور دارالعلوم میں شعبہ قرأت و تجوید کے سربراہ ہیں، ان کے بھائی بھی کراچی ہی میں قیام پذیر ہیں، اسی شاخ کے ایک ہونہار فرزند نواب صاحب کے ہم نام سید صدیق حسن سعودی عرب، ریاض میں انجینئر اور ان کی ہمشیرہ مہر النساء بیگم ڈاکٹر ہیں۔

نواب صاحب حج و زیارت کے بیحد مشتاق تھے، ان کے دل میں حرمین شریفین کے علمی اور روحانی جھونکوں سے کسب فیض کرنے کا شوق بے پایاں تھا، وہ وہاں کی دینی و علمی کتابوں کے حصول اور نوادر سے استفادہ کے شیدائی تھے، سنہ ۱۲۸۵ھ میں وہ عازم حج ہوئے، حجاز پہنچ کر حج و زیارت سے مشرف ہوئے اس مبارک سفر سے انہوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا کہ امیر محمد اسماعیل صاحب سبل

السلام کے ۲۵ رسالے نقل کر لئے، اور درج ذیل کتابیں خریدیں:  
اقتضاء الصراط المستقیم، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ارشاد الفحول، الی تحقیق الحق فی الوصول  
نیل الاوطار شرح منشی الاخبار (نصف اول) فتح القدر۔ امام شوکانی۔

نواب صاحب کتابوں کے بڑے شوقین اور ریاست تھے، عرب ممالک میں ان کے بہت سے معاونین اسی مقصد پر مامور اور متعین تھے، ان کا کام ہی یہ تھا کہ وہ دیار عرب کے کونے کونے سے کتابیں تلاش کر کے ان کی خدمت میں بھیجتے رہتے تھے، نواب صاحب برابر انہیں لکھتے اور یاد دہانی کراتے رہتے تھے۔

سنہ ۱۲۸۶ھ میں آٹھ مہینے کے بعد نواب صاحب حج سے بخیر و عافیت واپس ہوئے، یہ سفر مختلف حیثیتوں سے آپ کے حق میں ایسا سود مند و سازگار ثابت ہوا کہ آپ کی زندگی کا رخ ہی بدل گیا۔ آپ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے کاموں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے، قدیم و جدید کتابوں کی طباعت بھی آپ کا خاص مشغلہ تھا، نواب صاحب کی کاوشوں سے تھوڑی ہی مدت میں ہندوستان کے اسلامی کتب خانے آباد ہو گئے اور گراں بہا اسلامی و علمی و ادبی ذخیروں سے بھر گئے، خود نواب صاحب کی اپنی تصانیف کی تعداد ڈھائی سو

سے زیادہ ہے لیکن یہاں ان تمام علمی تصانیف کے تذکرے کی گنجائش نہیں۔  
نواب صاحب اپنی محنت و اخلاص اور گرانقدر خدمات کی بنا پر ارباب حکومت و ریاست اور قوم کے دل میں اتر گئے۔ ہر ایک آپ کی لیاقت کے گن گانے لگا اور آپ ریاست (بھوپال) کے ناظم اعلیٰ بنا دیئے گئے۔

اس منصب پر فائز ہونے کے بعد نواب شاہ جہاں بیگم کی نگاہ نواب صاحب پر پڑی بیگم صاحبہ کو ان کا علم و فضل، کام کی لگن، تندہی و جفاکشی، فرمانبرداری اور خلوص بھا گیا وہ ان پر پورا بھروسہ کرنے لگیں، ریاست کی وسعت اور ذمہ داریوں کی کثرت کے باعث ان کو کسی مخلص، امین، محنتی اور لائق وفادار کی ضرورت لاحق ہوئی، وہ بیوہ تو تھیں ہی کہ ان کے شوہر کا کچھ برس پہلے انتقال ہو چکا تھا جسے ایک بیٹی سلطان جہاں پیدا ہوئی تھیں اور جو بعد میں برسر اقتدار ہوئیں، انہوں نے نکاح ثانی کا تہیہ کر لیا اور اس

غرض سے ان کی نگاہ انتخاب صدیق حسن خاں صاحب پر پڑی، چنانچہ برطانوی حکومت سے باقاعدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد سنہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) میں انہوں نے نواب صاحب سے عقد بھی کر لیا، مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی اس نکاح کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”نواب صدیق حسن خاں صاحب ملکہ بھوپال نواب شاہ جہاں بیگم کے دفتر خاص میں ملازمت کرنے اور کاغذات پیش کرنے کے سلسلہ میں برابر آتے جاتے رہتے تھے، اللہ نے ملکہ کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی، اس نے اپنے یہاں ان کی پذیرائی کی اور چونکہ بیوہ تھیں ان کے شوہر نواب باقی محمد خاں کا چند سال پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے برطانوی حکومت کی تجویز پر انہوں نے عقد ثانی کا ارادہ کیا، اور حکومت کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے ناگزیر حاجت کے پیش نظر انہوں نے نواب صدیق حسن خاں صاحب سے عقد کا ارادہ کیا، نواب صاحب موصوف کے علمی مرتبہ علونب اور استقامت کردار پر پورے بھروسے کے بعد انہوں نے سنہ ۱۲۸۸ء میں نکاح فرمایا، بعد ازاں بیگم صاحبہ کی طرف سے نواب صاحب کو پچاس ہزار روپیہ سالانہ آمدنی والی جائیداد عطا ہوئی، (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۹۰-۱۸۹)

میاں بیوی چین و سکون اور خلوص و محبت کے ساتھ زندگی گزارتے رہے، اور حکومت کے کاموں کی اصلاح میں اور اسلامی شریعت کے مطابق اس کو ترقی بخشے میں مشغول رہے، اس طرح رفاہ عام کے قومی کاموں کے ساتھ ساتھ علمی و دینی سرگرمیوں کا عدیم المثال سلسلہ بھی چلتا

رہا، نواب صاحب کو ان کی عظیم و جلیل خدمات حسن تدبیر اخلاص اور وفاداری کے صلے میں برطانوی حکومت، ترک اسلامی خلافت کے دربار عالی سے بلند القاب اور گرانقدر میڈل سے بھی نوازا گیا۔

یہ اور بات ہے کہ بعض خود غرض حاسدین کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں برطانوی حکومت نے اپنے عطا کردہ اعزازات القاب واپس لے لئے تھے اور ولیہ عہد نواب سلطان جہاں بیگم کے کان نواب صاحب کے خلاف بری طرح بھردیئے تھے سامراجیت پسندوں اور حاسدوں کی شریپندی کا اثر یہ ہوا کہ ولیہ عہد سلطان جہاں نواب صاحب کو اپنے تخت و تاج کا دشمن سمجھنے لگیں، لوگوں نے انہیں باور کرا دیا کہ نواب صاحب اقتدار کو اپنی اولاد میں منتقل کرنا چاہتے ہیں، ولیہ عہد کی غلط فہمی اور بدگمانی نے نواب صاحب کو طرح طرح کی اذیتوں اور آزمائشوں میں مبتلا رکھا، نواب صاحب مردان صدیق و صفا کی طرح نہایت بردباری اور صبر کے ساتھ جھیلنے اور برداشت کرتے رہے اور ان کی پیشانی پر شکن نہ آئی، حالانکہ نواب صاحب بے گمراہ لوٹ اور مخلص انسان تھے وہ آخر وقت تک ولیہ عہد سے حقیقی بیٹی جیسا بے پناہ خلوص و محبت کا معاملہ فرماتے

رہے، بعد میں اس حقیقت کا اعتراف بھی نے کیا اور وفات کے بعد ندامت کے ساتھ ان کے تمام گذشتہ القاب و اعزازات واپس کئے گئے۔

- 1- زمینوں کی چک بندی اور استحقاق کے لحاظ سے ان کی تقسیم۔
- 2- زمین داری کی حد بندی اور اس کے مالکوں کی طرف اس کی واپسی۔
- 3- بڑے بڑے ظالمانہ ٹیکسوں کا خاتمہ۔
- 4- نظام زکوٰۃ کی شرعی تنظیم۔
- 5- عدالتوں کی باقاعدہ تنظیم اور عادل قاضیوں کا تقرر۔
- 6- نظام پولیس کی اصلاح۔
- 7- ریاست کے گوشے گوشے میں مدرسوں کی تاسیس۔
- 8- عمدہ پبلک لائبریریوں کا قیام۔
- 9- ادارہ احتساب و تحقیق و تفتیش، اچھی باتوں کی ترغیب اور بری باتوں کی ممانعت کرنے کے دفتر کا قیام۔
- 10- نئی و پرانی کتابوں کی طباعت کے لئے لیتھو مطبوعوں کا قیام۔
- 11- ادارہ امور دیدیہ کا احیاء اور اس میں صالح علماء اور داعیوں کا تقرر، گاؤں گاؤں شہر شہر اور خود دار السلطنت میں مسجدوں کی تعمیر

اور تنظیم اور ان میں قرآن کریم اور ابتدائی دینیات کی تعلیم کے مدرسوں کا قیام و انتظام۔

- 12- آیت قرآنی ”وامرہم شوریٰ بہنہم“ کی بنیاد پر مجلس شوریٰ کا قیام۔
  - 13- ریاستی فوج کی از سر نو تنظیم اور تنخواہوں کی حسب مراتب تحدید و تعیین۔
  - 14- شعبہ تعمیرات کا قیام۔
  - 15- فکری اور اخلاقی شعور کی بیداری اور فکری اسلامی کی ترویج و اشاعت۔
  - 16- بیواؤں کے نکاح کی ترغیب اس لئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور حضرت سید احمد شہید کی مبارک تحریک سے پہلے ہندوستانی سماج میں بیواؤں کا نکاح ممنوع تھا۔
  - 17- سود، رشوت، جوا اور نشہ آور چیزوں پر سخت پابندی، کیونکہ یہ چیزیں اس زمانے میں بے حد عام ہو رہی تھیں۔
- یہ نواب صاحب کے تعمیراتی اصلاحی کاموں کا ایک مختصر سا جائزہ تھا، جنہیں حکمت عملی، دور اندیشی اور اخلاص کے ساتھ انہوں نے بخوبی انجام دیتے ہوئے محض رضاء الہی اور امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کا لحاظ رکھا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے عوام میں فقہ اور علم کلام کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر توجہ کرنے اور گہرائی و گیرائی کے

ساتھ اس کا مطالعہ کرنے اور اس کے سرچشمہ صافی کی طرف رجوع کرتے رہنے کی فضاء قائم کی اور عقائد اعمال اور کردار کی اصلاح پر انہیں متوجہ کیا، اس مقصد سے نواب صاحب کے ارد گرد ہمہ وقت علماء راہنما اور علم و دین کے خادموں کا جم غفیر رہتا تھا۔ جنہیں آپ نے دین اور دینیات کے اداروں اور محکموں میں، عدالت، فتویٰ، احتساب اور معروقات کی ترویج و اشاعت اور منکرات سے ممانعت و پابندی عائد کرنے کے کاموں میں لگا رکھا تھا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ تمام انسانی مسائل اور سماجی مشکلات کا حل اسلامی شریعت ہی کو قرار دیتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سارا ماحول نغمہ توحید و رسالت سے گونج اٹھا اور تعلیم و تمدن، صنعت و حرفت کے ساتھ خیر و برکت اور نیکیوں کا چلن عام ہو گیا تھا۔

نواب صاحب کی زندگی کا کارناموں سے بھرپور تھی وہ علم و فضل کی علامت تھے اور سب کے لئے خیر و برکت تصور کئے جاتے تھے، یہ درجہ انہیں ایسے ہی نہیں ملا۔ بلکہ اس کے لئے انہیں بڑی بڑی قربانیاں دینا پڑیں وہ مشکلات و ابتلاء پر صبر و شکر کے ساتھ جئے رہے اور گہرائی نہیں، برطانوی حکومت نے ناراض ہو کر ان سے ان کے تمام حسن کارکردگی کے القاب و اعزازات چھین لئے پھر بھی وہ ہراساں نہ ہوئے اور نہ علم و دین اور عقائد صحیحہ کی نشر و اشاعت سے باز آئے۔

## نئی صدی کا ایک تحفہ

### مقالات مفکر اسلام

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

**موقب: محمد کاظم ندوی**

نوٹ: اپنے کسی بھی قریبی کتب فروش سے طلب کریں یا ہمیں لکھیں

جلد اول/ ۱۲۰      دوم/ ۱۲۰

**پتہ: مکتبہ ایوب صاحب کاکوری لکھنؤ۔ ۲۲۷۱۰۷**

## ساس، بہو اور نند کے جھگڑے

ان عوامل کا تذکرہ جن سے ہمارے قیمتی مشترکہ خاندانی نظام میں

دراڑیں پڑتی ہیں

گھر ایک تین حرنی لفظ ہے مگر اپنے اندر دنیا بھر کی راجتیں اور سرٹیں سمیٹے ہوئے ہے۔ گھر ایک ایسا مسکن ہے جو ہر امیر، غریب کی بنیادی ضرورت میں شامل ہے۔ گھر کو گھر بنانے میں ہر فرد کا حصہ ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بکھرے ہوئے ان گنت مسائل ان مکاناتوں سے جنم لیتے ہیں جو کسی بھی وجہ سے 'گھر' نہیں بن سکے۔ خیر یہ ایک الگ موضوع ہے اس وقت ہمارا موضوع، ساس، بہو اور نند کے جھگڑے سے ہے جسے گھریلو موضوعات میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ موضوع اس لحاظ سے بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ خواتین کا پسندیدہ موضوع ہے (جس میں عمر کی کوئی قید نہیں) ہر دوسرے، تیسرے گھر میں ایک ہی موضوع زیر گفتگو ملتا ہے ہر ایک کا یہی لگے اور یہی رونا ہے کہ اس کی بہو اچھی نہیں یا یہ کہ ساس اور نندیں اچھی نہیں ہیں۔ یعنی بہو کو ساس اور نندیں اچھی نہیں ملتی اور ساس کو بہو اچھی نہیں ملتی۔

مجھے یہاں یہ کہنے دیں کہ جب عورت یہ کہتی ہے کہ جب میں بہو تھی تو ساس اچھی نہیں ملی اور جب میں ساس بنی تو بہو اچھی نہیں ملی، تو سمجھ لیجئے کہ وہ نہ بہو اچھی تھی اور نہ ساس اچھی ہے۔ ہمارے معاشرے میں مشترکہ خاندانی نظام جو ہماری ثقافت ہی کا حصہ ہے، برسوں سے کامیاب چلا آ رہا ہے مگر اب اس نظام میں دراڑیں پڑ رہی ہیں کیونکہ ساس، بہو اور نند کا جھگڑا حزب اقتدار، حزب اختلاف کا جھگڑا بن رہا ہے۔ ساس، بہو اور نند کے مابین ہونے والے مقابلوں کے لئے کوئی خاص میدان یا گھرانے مخصوص نہیں ہیں یہ میجز (جھگڑے) ہر خاص و عام گھرانے میں کھیلے جاتے ہیں۔ ساس، بہو اور نند کی مثلث جہاں ہوگی وہاں جھگڑے کا پایا جانا، قدرتی امر، تسلیم کیا جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ساس خواتین، رشتے داروں اور ملنے والوں کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹے تک بھی جا پہنچتا ہے اور وہ اپنی، چاندی بہو، کی برائیاں اپنے بیٹے سے بھی کرتی ہیں۔ بیٹے سے بہو کی برائیاں بیان کرنے کا مقصد ظاہر ہے اس کے دل میں بیوی کے خلاف زہر بھرنا ہے لیکن یہ زہر گھولتے وقت وہ یہ بالکل نہیں سوچتیں کہ آخر وہ کس کی زندگی میں زہر

بوڑھی خاتون از دوس پڑوس میں، رشتے داروں اور ملنے چلنے والوں میں ایک ہی رونا روتی نظر آتی ہے کہ ہائے ہمارے تو نصیب پھوٹ گئے ہیں ہمیں بہو اچھی نہیں ملی اور یہ بڑی فراخ دلی کے ساتھ اپنی بہو یعنی گھر کی عزت کی ایک ایک برائی دوسروں کے آگے بیان کرتی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ بہو کی برائیاں کرتے وقت وہ یہ فراموش کر دیتی ہے کہ یہ وہی چاندی بہو، جسے انہوں نے کئی لڑکیوں کو رد کر کے منتخب کیا تھا اور جسے ڈھونڈنے کے لئے انہوں نے نہ جانے کتنی جوتیاں توڑیں تھیں (محاوڑہ نہیں بلکہ حقیقتاً) وہ اسی، چاندی بہو، کی برائیاں کرتی ہیں جس کے خواب انہوں نے اپنے بیٹے کے پیدا ہوتے ہی دیکھنے شروع کر دیئے تھے۔ خدا جانے ساس بنتے ہی ان میں کون سا جذبہ آجاتا ہے جو انہیں بہو کی برائیاں کرنے پر مجبور کرتا ہے اور وہ خوف خدا کئے بغیر بہو کی تمام خوبیوں سے قطع نظر صرف برائیوں کو تلاش کرنے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔

ان کی مصروفیت کا دائرہ پڑوسی خواتین، رشتے داروں اور ملنے والوں کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹے تک بھی جا پہنچتا ہے اور وہ اپنی، چاندی بہو، کی برائیاں اپنے بیٹے سے بھی کرتی ہیں۔ بیٹے سے بہو کی برائیاں بیان کرنے کا مقصد ظاہر ہے اس کے دل میں بیوی کے خلاف زہر بھرنا ہے لیکن یہ زہر گھولتے وقت وہ یہ بالکل نہیں سوچتیں کہ آخر وہ کس کی زندگی میں زہر

گھول رہی ہیں؟ وہ بیٹا جس کی ذرا سی تکلیف ان سے برداشت نہیں ہوتی آج وہ اسی کی زندگی کی خوشیاں چھین رہی ہیں۔ اسی کے گھر میں نفرت اور بدگمانیوں کی چنگاریاں سلگ رہی ہیں۔ ساس سے ایک عام شکایت یہ بھی ہے کہ وہ بہو کو بیٹی نہیں سمجھتیں اور اس کی ذرا ذرا سی غلطی خوب اچھالتی ہیں جب کہ اپنی بیٹیوں کی ہر غلطی اور خامی کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ بہو کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کی بھی ہر غلطی اور خامی کو نظر انداز کر دینا چاہئے کہ بزرگ اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں اتنی گنجائش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیں ساس کو چاہئے کہ وہ دوسروں کے آگے اپنی بہو کی برائیاں نہ کرے اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی بہو کی برائیوں کو نظر انداز کرے اور یہ سوچے کہ ایک بالکل نئے ماحول میں اسے ایڈجسٹ ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا۔

تصویر کے دوسرے رخ میں بہو بیگم اپنا کردار بھی بحسن و خوبی ادا کرتی ہیں۔ جب بہو بیگم سے سسرال کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو جواب میں نہایت ٹھنڈی آہ بھر کر کہتی ہیں کہ "بس ٹھیک ہے" گزارہ ہو رہا ہے۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ بہو اپنی ساس کو ماں کا درجہ نہیں دیتی اور چونکہ وہ ان کے شوہر کی ماں ہیں تو ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ صرف اپنے بیٹے کی ماہ بنی رہیں یعنی بہو بیگم کی ماں بننے کی کوشش

نہ کریں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شادی سے پہلے جو ساس نندیں اسے بے حد پسند تھیں۔ شادی کے بعد اسے کانٹے کی طرح چبھنے لگتی ہیں اور وہ میکے میں اپنی ساس اور نندوں کی برائیاں کر کے دونوں ہاتھوں سے میکے والوں کی ہمدردیاں سمیٹتی ہیں حالانکہ اس طرز عمل میں خود ان کی اپنی بے عزتی ہے کیونکہ ساس اور نندیں تو اس کی ہیں۔ بہو بیگم سے یہ شکایت بھی عام ہے کہ وہ سسرال کو اپنا گھر نہیں سمجھتیں یا سسرال والوں کیساتھ رہنا نہیں چاہتیں۔

یہ بات سمجھئے کہ لڑکا اور لڑکی محض شادی ہی نہیں کرتے بلکہ ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔ ایک نیا گھر بساتے ہیں، یعنی ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ہر لڑکی اپنی آنکھوں میں، اپنے گھر، کے سنے سجا کر سسرال آتی ہے کیونکہ اسے شروع ہی سے سمجھایا جاتا ہے کہ لڑکی کا اصل گھر اس کی سسرال ہے۔ لڑکی سسرال کو اپنا گھر، تصور کرتی ہے مگر جب سسرال آ کر ساس اور نندیں اپنے طرز عمل سے یہ سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں کہ یہ تمہارا میکہ نہیں جہاں تم اپنی من مانی کر سکو گی بلکہ یہ تمہاری سسرال ہے جہاں ہماری حکومت قائم ہے تو بہو کو اپنے اس گھر کی شدت سے خواہش ہوتی ہے جہاں وہ اپنی مرضی سے بھی کچھ کر سکے اور یوں لڑکی (بہو) الگ گھر (اپنے گھر) کا مطالبہ کرتی ہے۔ ایسے بھی گھرانے ہیں جہاں سسرال والے لڑکی کے ساتھ یہ نا انصافی کرتے ہیں کہ

ان کے خیال میں بہو کو صرف اس لئے لائے ہیں کہ وہ گھر سنبھالے، وہ نہ ضرورت سے زیادہ شوہر سے بات کرے اور نہ میکے جائے بلکہ بالکل ہی نہ جائے۔ بہو کا ایک روپ یہ بھی ہے کہ وہ ذہنی طور پر شروع ہی سے سسرال کو اپنا گھر سمجھتی ہے اور سسرال کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھتے ہوئے سسرال والوں کی ہر خوشی اور غم میں حصہ دار بن جاتی ہے یوں اسے حقیقی گھر کی سچی خوشیاں ملتی ہیں جس کی آرزو سسرال آتے ہوئے ہر بہو کرتی ہے۔ بہو کا دوسرا روپ یہ ہوتا ہے کہ وہ سسرال کو شروع سے محض سسرال سمجھتی ہے اپنا گھر نہیں وہ صرف اپنے علیحدہ گھر کا خواب لے کر آتی ہے۔ جہاں کسی کا بھی عمل دخل نہ ہو، صرف اس کا راج ہو۔ وہ یہ نہیں سوچتی کہ وہ کسی ماں کے جگر کے گوشے کو جسم کے ایک حصے کو کاٹ رہی ہے۔ ان کے دل پر کیا گزرے گی؟ اکثر ملازمت پیشہ عورتیں مشترکہ خاندانی نظام کو پسند کرتی ہیں زیادہ اس میں خود غرضی کی بو شام ہوتی ہے۔ اگر کوئی ان سے یہ پوچھ لے کہ مل جل کر رہنے میں مزہ خوب آتا ہوگا تو جواب ملتا ہے "مزہ کیا آتا ہے" بس اپنی ملازمت کی وجہ ہی سے ساس نندوں کو برداشت کر رہی ہوں، کہیں جانا ہو تو بچوں کو بے فکری سے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، بچوں کو ڈے کیئر سینئر نہیں ڈالنا پڑتا، گھر کی دوسری ذمہ داریوں کی فکر نہیں رہتی یعنی بچت ہی

بچت رہتی ہے ورنہ ہم تو کل کیا آج الگ ہو جائیں وغیرہ وغیرہ۔ بعض لڑکیاں گھر سنبھالنے کے بجائے اس لئے ملازمت کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہیں کہ ان کی تند یا جیشانی بھی تو ملازمت کر رہی ہے یا پھر یہ عذر کہ ہمیں اس کے بغیر تحفظ نہیں لیکن ایسی نیک سیرت اور گھڑ لڑکیاں بھی ہیں جو شادی کے بعد ملازمت کے باوجود سسرال والوں کی دل سے عزت کرتی ہیں، سسرال ہی کو اپنا حقیقی گھر سمجھتے ہوئے گھر کی ذمہ داریاں اٹھاتی ہیں اور سسرال والوں کی خدمت کو اپنا اولین فرض سمجھتی ہیں۔ اگر ایسی اچھی بہو کی قدر نہ کریں تو یہ سسرال والوں کی بد نصیبی ہے۔

شادی سے پہلے تند کو بھائی جتنی خوبصورت و خوب سیرت نظر آتی ہے شادی کے بعد اسی بھانجے میں سوائے خامیوں کے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ بھانجے کے ہر پہلو اور ہر انداز میں برائی نظر آتی ہے۔ تندیں اپنی بھائی کو بڑی چاہ سے بیاہ کر لاتی ہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ جب بھانجے گھر آتی ہے تو انہیں اس کی ہر بات بری لگنے لگتی ہے؟ انہیں یہ بات مد نظر رکھنی چاہئے کہ ان کے گھر آنے والی بھانجے اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر ایک بالکل نئے گھر اور نئے ماحول میں آئی ہے۔ اس کا اپنا کچھ مزاج ہوگا، اس کے بھی اپنے کچھ تقاضے اور کچھ خواہشات ہوں گی جو ہر لڑکی سسرال میں لے کر آتی ہے۔

تند بھانجے کا رشتہ ایک نازک اور

خوبصورت رشتہ ہے جسے گھر کے چھوٹے موٹے اختلافات نے بری طرح بدنام کر دیا ہے تاہم ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں یہ دونوں مخالف گروپ ایک دوسرے کی خواہشات کا احترام کرتے ہیں، دوستانہ ماحول بنا کر رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی کمزوریوں کو نظر انداز کر کے، اس ضمن میں بھانجے کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی تندوں کی چھوٹی چھوٹی خواہشات اور امیدوں کو پورا کرے اور اپنے دل میں تندوں کے لئے گنجائش پیدا کرے تاکہ تند بھائی اور بھانجے کے روبرو اپنے مسائل اور اپنی خواہشات کھل کر بیان کر سکے، اس رشتے کی پائیداری مساوی سلوک پر منحصر ہے۔

شادی کے بعد لڑکے کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بالکل ویسا ہی رویہ برقرار رکھے جیسا کہ شادی سے پہلے تھا۔ یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ لڑکے کا غیر جانبدار ہونا گھر کے ہر فرد کے لئے مفید ہوتا ہے۔ لڑکے سے اس کی ماں اور بہنوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ شادی کے بعد بہو نے لڑکے کو اپنا غلام بنا لیا ہے، پہلے ایسا ہرگز نہیں تھا۔ دفتر سے سیدھا اپنی بیوی کے پاس جانا، نہ ماں کی خیریت دریافت کی اور نہ بہن کی، لڑکے کا یہ رویہ ماں اور بہنوں کے دلوں کو میں یہ بات ڈالتا ہے کہ بہو نے آتے ہی بیٹے اور بھائی کو ان سے دور کر دیا حالانکہ بیوی شوہر سے یہ نہیں کہتی کہ دفتر سے سیدھے میرے

پاس چلے آیا کرو اور گھر میں کسی کا (میرے سوا) حال بھی نہ پوچھا کرو۔ دراصل اس میں کچھ قصور لڑکے کا ہوتا ہے اور کچھ ماں اور بہنوں کا۔

لڑکے کو شادی کے بعد اپنی ماں بہنوں سے پہلے جیسا رویہ رکھنا چاہئے تاکہ انہیں اس بات کا احساس نہ ہو کہ بیٹا یا بھائی شادی کے بعد بدل گیا ہے جب کہ ماں اور بہنوں کا بھی فرض ہے کہ وہ بیٹے اور بہو کی چاہت سے حسد نہ کریں بلکہ اپنے دلوں کو کشادہ رکھیں، کوئی وجہ نہیں کہ پھر دلوں میں محبت کے بجائے رنجشیں جنم لیں۔ یہ ہر ایک گھر کا مسئلہ ہے۔ ماں کا شادی شدہ بیٹا موجود ہوتا ہے اور وہ مظلوم عورتیں ایک دوسرے کو ظالم سمجھتی ہیں۔ ایک طرف ساس بہو کو ڈانٹ سمجھتی ہے تو بہو کو بھی ساس چڑیل نظر آتی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں مظلوم خواتین اکثر تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ان پڑھ لوگوں کی طرح نظر آتی ہیں اور ایسا صرف اسلئے ہوتا ہے کہ دونوں کے نظریات میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اگر معاشرے کے یہ معروف کردار (ساس، بہو تند اور شوہر) اپنے اپنے کردار کیساتھ انصاف کریں، چغلی، حسد، کینہ، غیبت اور بغض و عداوت سے خود کو محفوظ رکھیں تو کوئی وجہ نہیں ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے محبت اور احترام جنم نہ لے۔

ساس، بہو اور تند ایک ایسی مثلث ہے جس کی پائیداری ایک دوسرے کے

احترام اور عزت پر منحصر ہے۔ اگر ساس، بہو اور تند اس راز کو جان لیں تو ساس، بہو کے جھگڑے کبھی جنم نہ لیں۔ ساس، تندیں اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ ان کے بیٹے یا بھائی کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو گیا ہے اور وہ اب ایک بیٹا یا بھائی ہی نہیں بلکہ ایک عورت کا شوہر بھی ہے۔ لہذا اسے یہ ذمہ داری پوری دیانتداری سے اٹھانے کا موقع دینا چاہئے نہ کہ وہ حسد اور جلن سے گھر کا سکون خراب کر دیں۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ بہو ایک دوسرے ماحول سے آئی ہے اور وہ اپنے طریقے سے کام کرنے کی عادی ہے لہذا اپنی مرضی مسلط کر نیکیے بجائے اسے اس کے طریقے سے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ اگر ہمارے گھروں میں باہمی احترام کا فکرو عمل رواج

پاجائے تو یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ پھر ساس، بہو کے روایتی جھگڑے بڑی حد تک ختم ہو جائیں گے۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ ساس، بہو میں سو فیصد ہم آہنگی ہو تو ایک غیر فطری تمنا ہے۔ مزاج بھی ایک ہو۔ دل بھی ایک ہو اور نظر بھی ایک ہو تب، من و تو کے معاملات ضرور ابھرتے ہیں ان معاملات کو باہمی رواداری اور سلیقے سے نبھالینا اچھے لوگوں کی بہت بڑی پہچان ہے۔

اس ضمن میں والدین کی تعلیم و تربیت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ بیٹا ہو یا بیٹی، ان کی بہترین تعلیم و تربیت کی جائے اور انہیں اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنے گھر اور معاشرہ کے لئے مفید ثابت ہوں کیونکہ ایک اچھی بیٹی اپنے ہر مقام پر بہترین

کردار کا مظاہرہ کرے گی چاہے وہ تند ہو، بہو ہو یا ماں اور ساس کا روپ اختیار کرے۔ اسی طرح ایک اچھا بیٹا، اچھا شوہر اور مہربان باپ ثابت ہوگا۔ لہذا والدین کا فرض ہے کہ وہ بیٹے اور بیٹی کی بنیادی تربیت میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ نہ کریں تاکہ وہ آئندہ علمی زندگی میں والدین کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہے۔“

رسالت مآب کے اس ارشاد و گرامی کی روشنی میں کیا ہم سب کا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم اپنے گھر والوں سے حسن سلوک کا مظاہرہ کریں اور سب سے بہتر انسان بن جانے کا اعزاز حاصل کر لیں۔ ●●

## حسنی فارمیسی کی مفید دوائیں



**نشکر**  
شیرین و کھٹا کا مہذبہ دوا  
تدریجی بڑی بوٹیوں سے تیار شدہ، پیشاب  
سے نشکر کو ختم کر کے خون میں نشکر کو کنٹرول کر سکتے ہیں



**ہردینا**  
؟ روک تھامی کھٹے تھنک منہ سختی  
گڑبھنگ، بخاری، درد، پیشاب میں ریت  
نوں اور مین کیلئے کھاس مینا



**زودامین**  
لشائون اور جلدی، اعراض کا مشترکہ دوا  
خون نشاد، پھوٹے پھس، عارضات  
اور جلدک امراض کا کامیاب بیوی  
بندام کے لیے نہایت جلد اثر کرنا والا



**بٹینا بیدون**  
قبض اور گھیس کا کامیاب دوا  
جگر اور پتہ کی خرابیوں کو دور کرنے والا  
بیلیا، جگر اور پتہ کے درد، کمزوری،  
درد اور پیٹری کا بہ نظیہ سیرپ

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں

# HASANI PHARMACY

# سوال جواب

**سوال:** بہت سے حضرات جب حج یا عمرہ کے لئے جاتے ہیں تو کچھ کپڑے زمزم میں تر کر کے لئے آتے ہیں، اور اس کپڑے کو مرحومین کے کفن میں استعمال کیا جاتا ہے، ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

**جواب:** ایسا کرنا درست ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ۲۲/۱، روح المعانی، کتابت المفتی، ۲۳/۳)

**سوال:** عورت اور مرد کے بچہ میں کیا فرق ہے؟

**جواب:** مرد بچہ کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے اور بازو کو بغل سے جدا رکھے، اور کہنیاں نیز کلائی زمین سے علیحدہ (اٹھی ہوئی) رکھے، اور عورت میں پیٹ رانوں سے اور بازوؤں کو بغل سے ملا ہوا رکھیں، اور کہنیاں و کلائیاں زمین میں بچھا کر بچہ کریں، نیز مرد بچہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ رکھے، عورت میں پاؤں کھڑا نہ کریں، بلکہ دونوں پاؤں دہنی طرف نکال دیں، اور خوب سمٹ کر بچہ کریں اور دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھیں۔

(البحر الرائق، ۱، ۳۲۰، ۳۲۱)

**سوال:** تکبیر تحریر کہتے وقت ہاتھ کب اٹھائے، نیز رکوع وغیرہ میں جاتے وقت پہلے تکبیر کہے پھر رکوع میں جائے یا دونوں عمل ایک ساتھ کرے؟

**جواب:** تکبیر تحریر کہتے وقت ہاتھ پہلے

اٹھائے تکبیر بعد میں کہے (شامی، ۱، ۳۵۶)

اور رکوع وغیرہ میں جاتے وقت سنت یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائے یعنی دونوں عمل ایک ساتھ کرے (ایضاً، ۳۶۲)

**سوال:** فرض نماز میں قعدہ اولیٰ بھولے سے چھوٹ گیا، پھر اسے یاد آ گیا کہ قعدہ چھوٹ گیا ہے تو کیا کریگا؟

**جواب:** اگر اسے اس حال میں یاد آ گیا کہ ابھی قعدہ سے اترتا تھا، تب تو وہ بیٹھ جائے، لیکن اگر پوری طرح کھڑے ہونے کے بعد یاد آیا تو اب بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے بقیہ نماز پڑھ کر اخیر میں بچہ سہو کرے۔ (شامی، ۱، ۵۵۰)

**سوال:** بانیس رجب کو کوٹھار کرنے کی رسم کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** کوٹھاروں کی مروج رسم دشمنان صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حفاظت پر اظہار مسرت کے لئے ایجاد کی ہے، ۲۲ رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے (طبری، استیعاب) اور اس تاریخ کو حضرت جعفر صادق کی نہ ولادت ہوئی نہ وفات، لہذا ان کی طرف اس کو منسوب کرنا صحیح نہیں ہے، اور مسلمان پر لازم ہے کہ یہ رسم قطعاً نہ کریں، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔

(مستفاد از احسن الفتاویٰ، ۱، ۳۶۸)

**سوال:** زید کو ایک زخم ہے، جس کے ساتھ وہ آرام سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جب بھی وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہتا ہے خون بہنے لگتا ہے، جب کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں ایسا نہیں ہوتا، اس صورت میں وہ کیا کرے؟

**جواب:** صورت مسئلہ میں زید بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (ہدایہ، ۱، ۱۳۸)

**سوال:** امام صاحب عصر کی نماز پڑھا رہے تھے، کسی کی ظہر کی نماز چھوٹ گئی تھی، کیا یہ شخص امام صاحب کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھے تو ہو جائے گی؟

**جواب:** صورت مسئلہ میں مذکورہ شخص کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (ہدایہ مع الفتح، ۱، ۳۲۳)

**سوال:** نماز پڑھنے کے دوران اگر کوئی نمازی دیکھے کہ ایک بچھو ایک دوسرے نمازی کو کاٹنے کے لئے بڑھ رہا ہے، تو کیا اس بچھو کو ہٹانے یا مارنے کے لئے وہ نماز توڑ سکتا ہے؟

**جواب:** اگر نمازی سانپ یا بچھو دیکھے، اور اسے خوف ہو کہ اس سے اس کو یا کسی دوسرے کو اذیت ہو سکتی ہے تو اس کے لئے انہیں مار ڈالنا جائز ہے، البتہ اگر عمل قلیل سے مارا، تو نماز بھی فاسد نہ ہوگی، اور عمل کثیر سے مارا تو قول اصح کے مطابق نماز فاسد ہو جائے گی۔ (رد المحتار، ۱، ۳۸۱)

**سوال:** فرض کی آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت یا دونوں میں اگر بھولے سے سورہ بھی ملائے تو کیا حکم ہے؟

**جواب:** صورت مسئلہ میں نماز ہو جائے گی، بچہ سہو کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔

(شامی، ۱، ۳۷۸)